# باپ

والد کے موضوع پر لکھی جانے والی ایک فکر افروز اور موثر تحریر
جس کا بغور مطالعہ آپ کے دل و دماغ پر انمٹ نقش قائم کرے گا

ہر پریشان حال گھرانے میں بار بار پڑھی جانے کے قابل تحریر

ترتیب و تحقیق

محمد متین خالد

وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا

# باپ

والد کے موضوع پر لکھی کی جانے والی ایک فکر افروز اور موثر تحریر
جس کا بغور مطالعہ آپ کے دل ودماغ پر انمٹ نقش قائم کرے گا

ہر پریشان حال گھرانے میں بار بار پڑھی جانے کے قابل تحریر

محمد متین خالد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
ریلوے روڈ نزد تحصیل موڑ ننکانہ صاحب
0300-8572511, 0300-4839384

## شکریہ

اس کتابچہ کی اشاعت کے لیے جناب میاں محمد خالد شاد (ڈائریکٹر سنٹرل پارک ہاؤسنگ سکیم) نے مالی تعاون کیا۔ اللہ رب العزت اُنہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

# انتساب!

نورِ مبین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، سید المرسلین، حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے
عظیم المرتبت والد گرامی

## سیدنا حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ

## کے نام

جو اپنی پاکدامنی، تقویٰ، عفت وحیا، پرہیز گاری اور خوف خدا میں یکتا تھے۔ آپؓ ہمیشہ عقیدۂ توحید اور ایمان واسلام پر قائم رہتے ہوئے کفر وشرک، بت پرستی، گمراہی اور ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ و مامون رہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''میرے والدین سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک میرے پورے نسب میں کسی ایک جگہ بھی دورِ جاہلیت کی آلودگی نے نہیں چھوا۔ میرے والدین اسلام کے نکاح کے رشتے میں جڑتے رہے (اور اس میں کوئی ناجائز رشتہ ہزاروں سال کی تاریخ میں نہ ہوا)۔ اس باب میں ایک ایمان افروز واقعہ جسے امام ابونعیم، امام ابن عساکر، امام حلبی اور کثیر آئمہ حدیث نے بیان کیا: ''حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ کی شادی کی غرض سے کسی ایسی خاتون کی تلاش میں نکلے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی والدہ بننے کی اہل ہوں اور جن کی گود میں نورِ مصطفیٰ ﷺ آ سکے۔ حضرت عبدالمطلب وہ بشارتیں سنتے رہتے تھے کہ حضور ﷺ کی ولادت کا وقت بہت قریب آ گیا ہے اور علامات ظاہر ہو رہی تھیں۔ لہٰذا آپ اس خوش نصیبی سے اپنا دامن معمور کرنے کے لیے ایسے خاندان کی تلاش میں نکلے جہاں تقویٰ وطہارت موجود ہو۔ اس تلاش کے دوران آپ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے ساتھ ایک دفعہ ایک بہت بڑی نامور کاہنہ کے قریب سے گزرے جو تورات اور سابقہ کتب انبیاء کی عالمہ اور بہت خوبصورت تھی۔ اُسے اپنی خوبصورتی، اپنے علم اور اپنی شہرت پر بھی ناز تھا۔ اُس کاہنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چمکتے ہوئے چہرے میں نورِ مصطفیٰ ﷺ کے حسن کی شکل دیکھی تو درخواست کی

کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کچھ وقت میرے پاس قیام کرلیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس خاتون نے کہا: اگر آپ میرے پاس ایک دن رات قیام کرلیں تو میں آپ کو ایک سو قیمتی اونٹ تحفے میں دوں گی۔ اس کی خواہش تھی کہ میں ان سے تعلقات قائم کروں تا کہ اس نور کی تجلی کو وہ مجھ سے حاصل کرلے۔ حضرت عبداللہؓ نے انکار کر دیا اور فرمایا: یہ رشتہ حرام ہے، میں اس سے مرجانے کو ترجیح دوں گا مگر میں یہاں قیام نہیں کروں گا۔ یہ نور مصطفیٰ ﷺ حضرت سیدہ آمنہؓ کا مقدر تھا، لہٰذا ان کا انتخاب ہو گیا۔ حج کے ایام کے دوران منیٰ کے مقام پر حضرت عبداللہؓ اور حضرت آمنہؓ کا نکاح ہوا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہؓ نے منیٰ میں قیام فرمایا اور آقا ﷺ کا نور اقدس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت آمنہ کے بطن میں منتقل ہوا۔ جب نور مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت سے بطن آمنہؓ کی طرف منتقل ہوا اور یہ امانت حضرت آمنہؓ نے سنبھال لی تو اس کے بعد ایک دفعہ آپ اُسی کاہنہ خاتون کے پاس سے گزرے جس سے قریش کے لوگ علامات اور پرانی خبروں کے بارے پوچھتے تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے تذکرے اس نے پرانی کتابوں میں پڑھ رکھے تھے۔ حضرت آمنہؓ سے حضرت عبداللہؓ کے نکاح کے بعد اب اس کاہنہ نے حضرت عبداللہؓ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ امام ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کاہنہ سے پوچھا: پہلے تو مجھے تو سو اونٹ دینا چاہتی تھی مگر آج میری طرف تکتی بھی نہیں ہو۔ وجہ کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا: آج اس لیے نہیں تکتی کہ وہ نور جو آپ کی پیشانی میں چمک رہا تھا، جس کی خاطر میں نے دعوت دی تھی کہ میرے شوہر بن جاؤ اور آپ نے قبول نہیں کیا تھا، اب وہ نور آپ سے جدا ہو گیا اور قسمت و بخت والی آمنہؓ اس نور کو لے گئی۔ اب مجھے آپ کی حاجت نہیں"۔ (السیرۃ الحلبیہ)

کروڑوں سلام حضرت عبداللہؓ کی عظمت و پاکدامنی پر

اسلام، معاشرتی نظام میں بنیادی اکائی خاندان کو قرار دیتا ہے۔ اس خاندان کا ایک مظہر والدین کا وجود ہے۔ ماں باپ کے بغیر کوئی معاشرہ تشکیل نہیں پا سکتا۔ ماں باپ کی بقا پر معاشرے کی بقا کا انحصار ہے۔ عورت اور مرد کا سب سے اچھا روپ ماں اور باپ ہیں۔ یہ روپ اللہ کی رحمت اور اس کے انتظام کا عکس ہے۔ معاشرتی زندگی میں چونکہ اولین چیز ایثار ہے اور کوئی معاشرہ بھی ایثار کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا، بلکہ یوں کہیے کہ معاشرتی تربیت کے لیے ایثار ضروری ہے اور اس ایثار کے لیے والدین کا وجود ناقابل انکار حقیقت ہے۔ دنیا کے تمام معاشروں میں خواہ وہ مذہبی ہوں یا غیر مذہبی، والدین کی عظیم حیثیت مسلم رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد اس کائنات میں اولین حیثیت والدین کو ہے۔ اولاد کے لیے ماں باپ کی ہستی ایسے ہی ہے جیسے زندگی کے لیے پانی اور ہوا کی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو ہماری رہنمائی کے لیے بھیجنا، یہ اس کا عظیم احسان ہے۔ لیکن اس کے بعد سب سے بڑا احسان ماں کی پیار بھری گود اور باپ کا شفقت بھرا وہ سایہ ہے جس کے نیچے بندہ اپنے آپ کو ہر آفت ناگہانی سے محفوظ تصور کرتا ہے۔ جس طرح صحت و تندرستی کی قدر و منزلت ایک بیمار جانتا ہے، اس طرح اس سایہ کی قدر و عظمت اس سے پوچھیں جو اس دولت سے محروم ہو چکا ہو۔ ماں باپ کی عظمت و مرتبت کے بارے قرآن مجید کی مقدس آیات ہی اس عظیم احسان خداوندی کا بین ثبوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

- ''اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو''۔ (النساء:36)
- ''لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ آپ فرما دیجیے جو کچھ خرچ کرو (اپنے) مال سے تو اُس کے مستحق تمھارے ماں باپ ہیں۔ (البقرہ:215)
- ''اور حکم فرمایا آپ کے رب نے کہ نہ عبادت کرو بجز اُس کے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر بڑھاپے کو پہنچ جائے تیری زندگی میں ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تو اُنھیں اُف تک مت کہو اور اُنھیں مت جھڑکو، اور جب اُن سے بات کرو تو بڑی

تعظیم سے بات کرو اور جھکا دو اُن کے لیے تواضع وانکسار کے پَر رحمت (ومحبت) سے اور عرض کرو، اے میرے پروردگار! اِن دونوں پر رحم فرما جس طرح اُنہوں نے (بڑی محبت و پیار سے) مجھے پالا تھا جب میں بچہ تھا۔ (بنی اسرائیل: 23، 24)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے کر ان کے ساتھ تعظیم وتکریم سے پیش آنے کے لیے چند نصیحتیں فرمائی ہیں۔ اول یہ کہ ماں باپ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو جائے تو ان کو اُف بھی نہ کہو۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا کلمہ ان کی شان میں زبان سے نہ نکالو جس سے ان کی تعظیم میں فرق آتا ہو یا جس کلمہ سے ان کو رنج پہنچتا ہو۔ لفظ اُف بطور مثال کے فرمایا ہے۔ اردو محاورے کے مطابق اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ ان کو 'ہوں' بھی مت کہو۔ حضرت جابرؓ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر وہ بوڑھے ہو جائیں اور تمھیں ان کا پیشاب پاخانہ دھونا پڑے تو کبھی اُف بھی نہ کرو جیسا کہ وہ بچپن میں تمھارا پیشاب پاخانہ دھوتے رہے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر بے ادبی میں اُف کہنے سے بھی کوئی ادنیٰ درجہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی حرام کر دیتے۔ حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ نافرمانی کی کیا مقدار ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اپنے مال سے والدین کو محروم رکھے، ان سے ملنا چھوڑ دے اور ان کی طرف تیز نگاہ سے دیکھے۔ یوں تو ماں باپ کی خدمت اور اکرام واحترام ہمیشہ ہی لازم ہے، لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے فرمایا کہ اس عمر میں ماں باپ کو خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، پھر بعض مرتبہ ماں باپ اس عمر میں چڑچڑے بھی ہو جاتے ہیں اور ان کو بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ اولاد کو ان کا اگالدان صاف کرنا پڑتا ہے، میلے اور ناپاک کپڑے دھونے پڑتے ہیں، جس سے طبیعت بور ہونے لگتی ہے اور تنگ دل ہو کر الٹے سیدھے الفاظ بھی زبان سے نکلنے لگتے ہیں، ایسے موقع پر صبر اور برداشت سے کام لینا اور ماں باپ کا دل خوش رکھنا اور رنج دینے والے ذرا سے الفاظ سے بھی پرہیز کرنا بہت بڑی سعادت ہے، اگرچہ اس میں بہت سے لوگ فیل ہو جاتے ہیں۔ 'اُف' کہنے کی ممانعت کے بعد یہ پھر فرمایا کہ ان کو مت جھڑکو، جھڑکنا اُف کہنے سے بھی زیادہ برا ہے، جب اُف کہنا منع ہے تو جھڑکنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ پھر بھی واضح فرمانے کے لیے خاص طور پر جھڑکنے کی صاف اور دوٹوک لفظوں میں ممانعت فرمائی ہے۔ دوم یہ حکم فرمایا کہ ماں باپ سے خوف ادب سے بات کرنا، اچھی باتیں

کرنا، لب ولہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر وتکریم کا خیال رکھنا، یہ سب قَوْلًا کَرِیْمًا میں داخل ہے اور اس کی تفسیر میں بعض علماء کرام نے فرمایا کہ جب ماں باپ تجھے بلائیں تو کہنا کہ میں حاضر ہوں اور تعمیل ارشاد کے لیے موجود ہوں۔ حضرت سعید ابن المسیبؒ نے فرمایا کہ خطا کار زر خرید غلام جس کا آقا سخت مزاج ہو، جس طرح اس غلام کی گفتگو آقا کے ساتھ ہوگی، اسی طرح ماں باپ سے بات کی جائے تو قَوْلًا کَرِیْمًا پر عمل ہو سکتا ہے۔ (تفسیر درمنشور) سوم یہ ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا، اس کی تفسیر میں حضرت عروہؒ نے فرمایا تو ان کے سامنے ایسی روش اختیار کرو کہ ان کی جو دلی رغبت ہو، اس کے پورا ہونے میں تیری وجہ سے فرق نہ آئے۔ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ماں باپ سے بات کرتے وقت نیچے اوپر ہاتھ مت اٹھانا (جن سے برابر والوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے اٹھاتے ہیں)۔ چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ ماں باپ کے لیے یہ دعا کرتے رہا کرو رب ارحمھما کما ربّینی صغیرا'' کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا اور پرورش کی''۔ اہم بات یہ ہے کہ کبھی اولاد حاجت مند تھی جو بالکل ناسمجھ اور ناتواں تھی، اس وقت ماں باپ نے ہر طرح کی تکلیف سہی اور دکھ سکھ میں محنت کر کے اولاد کی پرورش کی، اب پچاس ساٹھ سال کے بعد صورت حال مختلف ہوگئی کہ ماں باپ خرچ اور خدمت کے محتاج ہیں اور اولاد کمانے والی، روپیہ، پیسہ، گھر بار اور کاروبار والی ہے۔ اولاد کو چاہیے کہ ماں باپ کی خدمت سے نہ گھبرائے اور ان پر خرچ کرنے سے تنگ دل نہ ہو، دل کھول کر جان و مال سے خدمت کرے اور اپنے بچپن کا وقت یاد کرے اور اس وقت انہوں نے جو تکلیفیں اٹھائیں، ان کو سامنے رکھے اور بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کرے کہ اے میرے رب! ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا اور پرورش کیا۔

ماں باپ کے لیے برابر دعا کرتے رہیے اور ان کے احسانات کو یاد کر کے رب کے حضور گڑگڑائیے اور انتہائی دل سوزی اور قلبی جذبات کے ساتھ ان کے لیے رحم و کرم کی درخواست کیجیے۔ جب بھی فارغ وقت ملے تو اپنے والدین کے پاس جا کر بیٹھ جایا کریں کیونکہ والدین کے ساتھ گزرا ہوا وقت قیامت کے دن نجات کا باعث بنے گا۔ والدین کے ساتھ احسان یہ ہے کہ اولاد تہہ دل سے ان کے ساتھ محبت کرے۔ رفتار و گفتار میں نشست و برخاست میں تعظیم ملحوظ رکھے۔ ان کی شان میں تعظیمی کلمات ادا کرے، انھیں راضی اور خوش رکھنے کی سعی کرے۔ اپنے

عمدہ مال کو ان پر خرچ کرے، ان کی حکم عدولی نہ کرے۔ انھیں کسی طرح رنج نہ پہنچائے۔ اگر وفات پا جائیں تو اُن کے لیے مغفرت کی دعائیں کرے، صدقات دے جیسا کہ حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس شخص کا کیا نقصان ہے جو ماں باپ کے نام سے صدقہ دے تا کہ ان کو ثواب ملے اور اس کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہ ہو''۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے صحابہ کرام! (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کیا میں تمھیں بتاؤں کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کی ہاں! یارسول اللہ ﷺ! ضرور ارشاد فرمائیں تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور اپنے والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔ (صحیح بخاری) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر کسی آدمی کے ماں باپ (یا دونوں میں سے کوئی ایک) انتقال کر جائیں اور وہ ان کی زندگی میں نافرمان رہا (پھر اس کو ہوش آ گیا) تو وہ برابر ان کے حق میں دعا کرتا اور ان کی بخشش کی استدعا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو والدین کا فرمانبردار قرار دے کر نافرمانی کے وبال سے بچا لے گا''۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں ایک شخص کا درجہ بلند کیا جائے گا اور دریافت کرنے پر اسے بتایا جائے گا کہ یہ درجہ تمھاری اولاد کے تمھارے لیے دعائے مغفرت کرنے کے باعث بلند ہوا ہے''۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر دراز ہو اور اس کے رزق میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے اور اُن پر صلہ رحمی کرے''۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ہر جمعہ کو والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرتا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اسے والدین کا فرمانبردار لکھ دیا جاتا ہے''۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں آپ کے ہاتھ پر ہجرت اور جہاد کے لیے بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر چاہتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کیا تمھارے ماں باپ میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دونوں زندہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تم واقعی اللہ سے اپنی ہجرت اور جہاد کا بدلہ چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ جی ہاں! میں اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! تو جاؤ اپنے ماں باپ کی خدمت میں

رہ کر ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ (مسلم)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے اور انبیاء کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا اور اپنے والدین کو ستانے والے اور ابلیس کے درمیان جہنم میں ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (نزہتہ المجالس)

حضرت سہیل بن معاذؓ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص اپنے والدین سے نیکی کا سلوک کرے، اس کے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز فرما دیتا ہے۔ (الادب المفرد)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو صبح کرے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اور اپنے والدین کا فرمانبردار ہو تو صبح ہوتے ہی اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اگر ان میں ایک ہو تو ایک دروازہ اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور اپنے والدین کی نافرمانی میں صبح کرے تو صبح ہوتے ہی جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اگر ان میں ایک ہو تو ایک دروازہ۔ ایک شخص عرض گزار ہوا کہ اگر وہ دونوں ظلم کریں فرمایا! اگرچہ وہ ظلم کریں، اگرچہ وہ ظلم کریں، اگرچہ وہ ظلم کریں۔ (بیہقی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض بندے ایسے بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کوئی کلام کرے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر ڈالے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ کون (بدقسمت) شخص ہے۔ فرمایا! اپنے ماں باپ سے بے تعلق اور بے رغبت ہونے والا۔

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے ستانے کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ شانہٗ جس کو چاہتے ہیں، معاف فرما دیتے ہیں اور ماں باپ کے ستانے کا گناہ ایسا ہے کہ اس گناہ کے کرنے والے کو اللہ جل شانہٗ موت سے پہلے دنیا والی زندگی ہی میں سزا دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ، بیہقی)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے "ہر عمل کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچنے کے لیے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللّٰہ اور باپ کی دعا بیٹے کے لیے، دونوں کے درمیان کوئی حجاب نہیں"۔ (جامع الترمذی)

باپ کی دعا (اولاد کے لیے) خاص طور پر قبول کی جاتی ہے جس کے قبول ہونے

میں کوئی شک نہیں۔ (ابوداؤد)

سیدنا حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے، چنانچہ تمھیں اختیار ہے خواہ (اس کی نافرمانی اور ناراض کر کے) اس دروازے کو ضائع کر دو یا (فرماں برداری اور خوش کر کے) اس دروازہ کی حفاظت کرو''۔ (ترمذی)

اس حدیث کے مطابق باپ جنت کا سب سے بہترین دروازہ ہے یعنی جنت میں جانے کے لیے سب سے اچھا عمل والدین کی خدمت، ان کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: والد کی رضا مندی میں اللہ کی رضا مندی ہے، والد کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ (جامع الترمذی) مزید فرمایا: ''اپنے باپ سے منہ نہ پھیرو، جس نے اپنے باپ سے منہ پھیرا اس نے کفر کیا''۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ ارشاد فرمایا: ماں باپ ہی تمھاری جنت ہیں اور ماں باپ ہی دوزخ۔ (ابن ماجہ) جب نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو وہاں ایسی قوم کو دیکھا جنھیں آگ میں جلایا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا یہ والدین کے نافرمان ہیں''۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت کی خوشبو پانچ برس کی راہ تک پہنچتی ہے مگر ماں باپ کا نافرمان ایسا بدنصیب ہے کہ وہ اس سے محروم رہے گا۔ (طبرانی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تین دعائیں مقبول ہیں۔ ان (کی قبولیت) میں کوئی شک نہیں۔ والد کی دعا اولاد کے لیے، مسافر کی دعا، مظلوم کی دعا۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

اس حدیث میں والد کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ اولاد کو چاہیے کہ ماں باپ کی خدمت کرتی رہے، دعا لیتی رہے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے ان کا دل دکھے اور ان میں سے کوئی دل یا زبان سے بددعا کر بیٹھے۔ کیونکہ جس طرح ان کی دعا قبول ہوتی ہے اسی طرح ان کے دکھے دل کی بددعا بھی لگ جاتی ہے۔ اگرچہ عموماً شفقت کی وجہ سے وہ بددعا کی ادائیگی سے بچتے ہیں، ان کی دعا سے دنیا اور آخرت سدھر سکتی ہے اور بددعا سے دونوں جہان

کی بربادی بھی ہوسکتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو بندہ اپنے والدین کی فرمانبرداری کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہو، وہ جنت کی اعلیٰ علیین (سب سے اعلیٰ جگہ) میں ہوگا''۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جنت کی خوشبو پانچ سو (500) سال کی مسافت سے سونگھی جائے گی۔ مگر اس خوشبو کو نیک عمل کا جتلانے والا، والدین کا نافرمان اور شراب پینے والا نہیں سونگھ سکے گا''۔

مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ سے اصحاب اعراف کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کیا لیکن ماں باپ کی نافرمانی کی وجہ سے جنت میں جانے سے روک دیئے گئے، پس وہ جنت میں سب سے آخر میں جائیں گے۔'' (تفسیر الطبری جلد 8، صفحہ 192)

حضرت سہیل بن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائیں گے، نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ تزکیہ وطہارت فرمائیں گے، پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: وہ شخص جو اپنے والدین کی خدمت سے کنارہ کش ہو جائے اور وہ شخص جس پر کسی قوم نے احسان کیا ہو اور وہ ان کی احسان کی ناشکری کرے اور ان سے بَری ہو جائے''۔ (طبرانی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص والدین کا فرمانبردار ہو، وہ جب بھی اپنے والدین کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے ہر بار دیکھنے پر حج مبرور کا ثواب عنایت فرماتے ہیں''۔ (مشکوٰۃ) حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جو نیک اولاد بھی ماں باپ پر محبت بھری ایک نظر ڈالتی ہے۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو حج مقبول کا ثواب بخشا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! اگر ایک دن میں سو (100) بار اسی طرح رحمت ومحبت کی نظر ڈالے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں! اگر کوئی سو بار ایسا کرے گا تو تب بھی۔ اللہ تعالیٰ (تمہارے تصور سے) بہت بڑا ہے اور (تنگ دلی جیسے عیبوں سے) بالکل پاک ہے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت

میں ہجرت پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "میں آپ سے ہجرت پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اور میں نے اپنے والدین کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ دونوں (میری جدائی کی وجہ سے) رو رہے تھے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ان کے پاس واپس جاؤ اور ان کو اسی طرح ہنساؤ جیسا کہ تو نے ان کو رُلایا"۔ (مستدرک حاکم، ابوداؤد)

غور کیجیے کہ یہ شخص حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں نیک نیت سے حاضر ہوا یعنی ہجرت پر بیعت ہونے کے لیے سفر کر کے آیا تھا۔ اول ہجرت کی نیت، پھر حضور اکرم ﷺ سے اس عمل پر بیعت ہونا یہ دونوں بڑے ثواب کے عمل ہیں۔ لیکن ماں باپ اس پر راضی نہ تھے کہ بیٹا ان کو چھوڑ کر جائے، وہ اپنے بیٹے کے سفر میں جانے سے بہت بے چین ہوئے اور جدائی کے صدمہ سے رونے لگے۔ جب حضور اکرم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ "واپس جاؤ اور والدین کو ہنساؤ جیسا کہ تم نے اُن کو رلایا تھا"۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "والدین کے درمیان تیرا تخت پر سو جانا، اس طرح کہ تو ان کو ہنساتا ہو اور وہ تجھے ہنساتے ہوں، اس کام سے افضل ہے کہ تو فی سبیل اللہ تلوار سے جہاد کرے"۔ (بیہقی)

ماں باپ کی نظروں کے سامنے خوش وخرم رہنا، ان کو خوش وخرم رکھنا، ان کے سامنے مسکرانا، ہنسنا اور ان سے ایسی باتیں کرنا جس سے ان کا دل خوش ہو جائے، سب ثواب اور نیکی کے عمل ہیں اور یہ بھی ایک طرح کی خدمت ہے اور جہاد سے افضل ہے۔ سوچیے! مفت میں اتنا بڑا ثواب لینے والے کہاں ہیں؟

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ ایک بزرگ شخص بھی تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ "تیرے ساتھ یہ کون ہیں؟" عرض کیا گیا کہ یہ میرے والد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "باپ کا احترام واکرام کا خیال رکھو۔ ہرگز اس کے آگے مت چلنا، اس سے پہلے مت بیٹھنا اور اس کا نام لے کر مت بلانا اور اس کی وجہ سے کسی کو گالی مت دینا"۔ (تفسیر در منثور جلد 4 ص 171) اس حدیث سے یہی قاعدہ کلیہ نکلتا ہے کہ والدین کے آگے چلنا، یا بیٹھنے میں ان پر سبقت لے جانا مناسب نہیں۔

ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: میرے پاس مال ہے، میں صاحب اولاد ہوں اور میرا والد ہے جسے میرے مال کی ضرورت ہے۔ (یعنی وہ

دولت وغیرہ حاصل کرنا چاہتا ہے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مال ہے، اس لیے کہ تمھاری اولاد تمھاری بہترین کمائی ہے، تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے بلاتکلف کھاؤ۔ (مشکوۃ المصابیح) حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص کے پاس مال و دولت ہے اور وہ اسے والدین سے روک رکھتا ہے، قیامت کے دن وہ سانپ کی صورت میں اس کی گردن میں لٹکایا جائے گا۔

والدین کمانے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو اولاد پر فرض ہے کہ والدین کے نان و نفقہ کا انتظام کرے۔ اگر نہ کرے تو اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اسے مجبور کرے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے کے مال سے تعرض کیا تو اس نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ دیا: تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک نوجوان صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے باپ کی شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرا باپ مجھ سے پوچھتا نہیں اور میرا سارا مال خرچ کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے والد محترم کو بلوایا۔ جب ان کے والد کو پتا چلا کہ میرے بیٹے نے رسول اللہ ﷺ سے میری شکایت کی ہے تو دل میں رنجیدہ ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے چل پڑے۔ چونکہ عرب کی گھٹی میں شاعری تھی تو راستے میں کچھ اشعار ذہن میں کہتے ہوئے پہنچے۔ ادھر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پہنچنے سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ باپ بیٹے کا معاملہ بعد میں سنیے گا، پہلے وہ اشعار سنیں جو وہ راستے میں بوڑھا باپ پڑھتا ہوا آ رہا ہے۔ چنانچہ جب وہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کا مسئلہ بعد میں سنا جائے گا، پہلے وہ اشعار سنایئے جو آپ راستے میں پڑھتے ہوئے آئے ہیں۔ وہ مخلص صحابیؓ تھے، یہ سن کر رونے لگے کہ جو اشعار ابھی میری زبان سے ادا بھی نہیں ہوئے، میرے اپنے کانوں نے ابھی نہیں سنے، آپ ﷺ کے رب نے وہ بھی سن لیے اور آپ ﷺ کو بتا بھی دیا۔ پھر کہنے لگے، اے اللہ کے سچے رسول ﷺ! خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر معاملہ میں آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیا اشعار تھے، ہمیں بھی سنائیں۔ صحابیؓ نے اشعار پڑھنا شروع کیے۔ قارئین کرام! آپ کو ان اشعار کا آسان ترجمہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ وہ اشعار جس اعلیٰ پائے کے

تھے اور جو جذبات کی کیفیت تھی، ان کی صحیح ترجمانی اردو میں مشکل ہے۔ بہرحال اشعار کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے......

''بیٹا! جب تو پیدا ہوا تو میری خوشی دیدنی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھا جیسے اپنی زندگی کا مقصد پالیا۔ اب میں نے اپنے لیے نہیں فقط تمھارے لیے جینے کا فیصلہ کیا۔ تمھیں ہر حال میں خوش باش دیکھنا میری آرزو تھی اور تمھارا کھیلنا، کودنا، شرارتیں کرنا، بگڑنا، سنورنا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، میری آنکھ کا نور اور دل کا سرور تھا۔ میں نے اپنی نیندیں تمھاری نیند پر، اپنی خوشیاں تمھاری خوشیوں پر اور اپنی خواہشات تمھاری خواہشات پر قربان کر دیں۔ تم سوتے، میں جاگتا، تم کھلکھلاتے، میں قہقہے لگاتا، تمھاری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میری جان پر بن آتی۔ میں اندیشوں اور وسوسوں سے نڈھال ہو جاتا۔ تو بیمار ہو جاتا تو تجھے گود میں لیے مختلف طبیبوں کے پاس علاج معالجے کے لیے مارے مارے پھرتا تھا کہ کہیں تجھے کچھ ہو نہ جائے، حالانکہ موت الگ چیز ہے اور بیماری الگ چیز ہے، تمھیں اچھا کھلانے پلانے، دنیا جہان کی نعمتیں بہم پہنچانے کے لیے میں نے پیٹ پر پتھر باندھ لیے۔ خود بھوکا رہا تمھاری بھوک مٹائی۔ تم نے اپنے پاؤں پر چلنا شروع کیا تو مجھے لگا کہ پوری کائنات تمھارے ہم سفر ہے۔ تم رکے تو جیسے کائنات کا نظام رک گیا۔ خود پتھروں پر چلا مگر تمھارے لیے دیدہ و دل فرش راہ کیے رکھے۔ تم نے رات کو دن کہا یا سیاہ کو سفید تو میں نے آنکھیں بند کر کے اس کی تائید کی، تم مشرق کو چلے تو میں نے مشرق کی طرف رخت سفر باندھ لیا، تم نے تارے توڑنے کو کہا میں نے کمر ہمت کس لی اور ناممکن کو ممکن بنانے پر تل گیا۔ تمھارے لیے ہر رشتہ، ناطہ، تعلق اور رابطہ توڑ دیا، تمھاری پسند کو اپنی پسند بنا لیا اور ناپسند کو ناپسند۔ تمھاری ڈانٹ کو معصومیت اور بدتمیزی کو ہمیشہ طفلانہ اندازِ محبت سمجھا۔ تم جوان ہوتے گئے، میں بوڑھا ہوتا گیا۔ تمھاری اٹھان، مجھے ڈھلوان میں بدلتی رہی۔ تم سروقد ہو گئے اور میں ٹیڑھی کمان۔ تم مضبوط ہوئے اور میں لاغر و کمزور، کبھی تمھیں احساس نہ ہونے دیا کہ تمھارے فولادی جسم اور مضبوط ہڈیوں کے لیے میری ہڈیاں کھاد بنی ہیں۔ مگر میں نے کبھی تم سے یا اپنے آپ سے گلہ نہیں کیا۔ حرفِ شکایت زبان پر نہیں لایا۔ امید یہ تھی کہ جس طرح بچپن میں تم میری انگلی پکڑ کر چلتے پھرتے اور اتراتے تھے، اب میں تمھاری انگلی پکڑ کر باقی ماندہ زندگی کا کٹھن سفر طے کروں گا۔ جس طرح میں اپنی ضرورتیں، خواہشیں قربان کر کے تمھاری ضرورتیں پوری کرتا تھا، تم میری

ضرورتیں پوری کرو گے۔ اپنا بچپن یاد کر کے میرے منہ میں نوالہ ڈالو گے، میرا منہ اور ناک صاف کرو گے اور میری کمزور بچے کی طرح خبر گیری کرو گے۔ تمھاری کڑیل جوانی میرے بڑھاپے کا سہارا ہو گی اور تمھاری کامیابی و کامرانی، ترقی وخوشحالی میرے لیے اسی طرح باعث اطمینان وآسودگی ہو گی جس طرح تمھارا پروان چڑھنا میری سرشاری کا باعث رہا۔ مگر اے بیٹے! تم نے کیا کیا؟ ایک رات کا احسان بھی یاد نہ رکھا۔ جوانی آتے ہی تیرے تیور بدل گئے...... تیری آنکھیں ماتھے پر چڑھ گئیں...... تو ایسے بات کرتا ہے کہ میرا سینہ پھاڑ کر رکھ دیتا ہے، تو ایسے بات کرتا کہ کوئی غلام سے بھی ایسے نہیں کرتا...... پھر...... میں نے اپنی ساری زندگی کی محنت کو جھٹلا دیا کہ میں تیرا باپ نہیں نوکر ہوں...... نوکر کو بھی کوئی ایک وقت کی روٹی دے ہی دیتا ہے، تو نوکر سمجھ کر ہی مجھے روٹی دے دیا کر"۔......!! یہ اشعار سناتے سناتے صحابیؓ کی نظر اللہ کے رسول ﷺ کے چہرہ مبارک پر پڑی تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے رونے سے آپ ﷺ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ اسی اثنا میں آپ ﷺ غصے میں اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کے بیٹے سے فرمایا کہ آئندہ میری نظروں کے سامنے مت آنا، اور سن لو...... تو اور تیرا سب کچھ تیرے باپ کا ہے، تو اور تیرا سب کچھ تیرے باپ کا ہے، تو اور تیرا سب کچھ تیرے باپ کا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے: اگر تم بادشاہ ہو تب بھی اپنے والد اور استاد کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں: والدین سے حسن سلوک کرو، تمھارے بیٹے تم سے حسن سلوک کریں گے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا: اگر کہیں سے کھانے پینے کی چیز لاؤ تو سب سے اچھا کھانا ماں باپ کو دو کیونکہ وہ تمھاری خاطر اکثر بھوکے رہے اور تمھیں اپنے اوپر ترجیح دے کر تمھارا پیٹ بھرا، خود بیدار رہے، تم کو سلایا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ "جب والدین حج کرنے سے منع کریں تو ان کی اجازت کے بغیر حج نہ کرے، البتہ فرض حج کے لیے جا سکتا ہے اور اسے چاہیے کہ ان کے لیے دعا کرے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک کے نزدیک نفلی عبادت کو ترک کر کے والدین کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے ماں باپ اس کو منع کریں تو عجلت سے کام نہ لے بلکہ اسے سال یا دو سال تک ان سے اجازت لینی چاہیے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، "بیٹا! جو اپنے

ماں باپ کو راضی کرتا ہے، وہ حقیقت میں رحمان کو راضی کرتا ہے اور جو ان کو ناراض کرتا ہے، وہ حقیقت میں رحمان کو ناراض کرتا ہے۔ بیٹا یاد رکھو! والدین جنت کا ایک دروازہ ہیں، پس اگر وہ راضی ہوئے تو تم جنت میں جا سکو گے ورنہ وہاں پر روک لیے جاؤ گے۔" بعض علماء فرماتے ہیں: "جو شخص اپنے باپ کی توقیر و احترام کرتا ہے، اس کی عمر دراز ہوتی ہے اور جو اپنی ماں کی تعظیم کرتا ہے، وہ خوش کن بات دیکھتا ہے"۔ (فیض القدیر جلد 4، صفحہ 33) حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ "والدین کو ان کے نام اور کنیت سے نہ بلاؤ بلکہ ابا جان، اماں جان کہہ کر بلاؤ۔" حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ "اپنے باپ کے آگے مت چلو، اور اس سے پہلے نہ بیٹھو اور اس کو گالی دینے کا سبب نہ بنو۔" بعض کہتے ہیں کہ "البتہ اندھیرے کے وقت باپ کے آگے چلنا چاہیے۔" طلق بن علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو پاتا اور میں نماز شروع کرتا اور سورہ فاتحہ پڑھ رہا ہوتا اور وہ مجھے بلاتے کہ اے محمد! تو میں کہتا لبیک۔" (یعنی میں حاضر ہوں) (شعب الایمان جلد 6، صفحہ 195) حضرت عوامؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام مجاہدؒ سے کہا کہ جب مؤذن نماز کے لیے بلاتا ہو اور دوسری طرف میرے والد کا قاصد مجھے بلا رہا ہو تو میں کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا: "اپنے والد کی بات کو سنو۔" ابن المنکدرؒ کہتے ہیں کہ جب تمہارے والد تمہیں بلائیں اور تم نماز میں مشغول ہو تو ان کی بات کا جواب دو۔"

مختلف کتب میں قرآن و سنت کی روشنی میں والدین سے حسن سلوک اور ان کے چند اہم آداب بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً سلام سے ان کا استقبال کرنا، ان کی گفتگو کو توجہ سے سننا، ان کی رائے کو قبول کرنا، ان کی باتوں میں مشغول رہنا، ان کی طرف احترام سے دیکھنا، ہمیشہ ان کی تعریف کرنا، ان کے ساتھ اچھی خبریں شیئر کرنا، ان کے ساتھ بری خبریں شیئر کرنے سے پرہیز کرنا، ان کے دوستوں اور پیاروں کے بارے میں گفتگو کرنا، ان کے اچھے کاموں کو یاد رکھنا، اگر وہ کوئی بات یا کہانی دہرائیں تو اس انداز میں سننا کہ پہلی بار سن رہے ہو، ان کے ماضی سے متعلق تلخ و دردناک یادیں دہرانے سے پرہیز کرنا، ان کی موجودگی میں ضمنی گفتگو سے پرہیز کرنا، ان کے اردگرد احترام سے بیٹھنا، ان کی رائے اور خیالات پر تنقید مت کرنا، ان کی گفتگو کے دوران قطع کلامی سے گریز کرنا، ان کی عمر کا احترام کرنا، ان کے اردگرد ان کے پوتوں کی تادیبی مار پیٹ سے گریز کرنا، ان کے مشوروں اور راہنمائی کو قبول

کرنا، ان کی موجودگی میں لیڈر شپ ان کو سپرد کرنا، ان پر اپنی آواز اونچی کرنے سے پرہیز کرنا، ان کے سامنے یا ان سے آگے چلنے سے بچنا، ان کے آنے سے قبل کھانے کی ابتدا سے گریز کرنا، ان کو گھورنے سے اجتناب کرنا، اس وقت بھی ان پر فخر محسوس کرنا جب وہ اس کے مستحق نہیں لگتے، ان کی جانب پاؤں پھیلانے اور ان کی طرف پشت کرنے سے بچنا، کسی برائی کو ان کی طرف منسوب کر کے دوسروں کو ان کی برائی کا موقع مت دینا، جتنا ممکن ہو ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا، ان کی موجودگی میں بوریت یا تھکاوٹ محسوس کرنے سے پرہیز کرنا، ان کے گناہوں اور غلطیوں پر ہنسنے سے پرہیز کرنا، ان کے دریافت کرنے سے قبل ہی کام کی تکمیل کرنا، مسلسل ان کی دیکھ بھال کرنا، ان سے گفتگو کرتے وقت احتیاط سے الفاظ کا انتخاب کرنا، انہیں ان کے پسندیدہ ناموں سے پکارنا، تمام چیزوں سے بڑھ کر ان کو اپنی ترجیحات میں شامل کرنا، جب وہ آپ کے ساتھ ہوں تو دیگر سرگرمیوں سے اجتناب کرنا، ان کی خوشی اور اطمینان کو اپنی ترجیح بنانا، یاد رکھیں! ان کی دعائیں آپ کی زندگی میں خوشگواریاں پیدا کرسکتی ہیں۔ والدین تو آپ کے لیے جنت کا دروازہ ہیں اور آپ نے اسے ایک بار حاصل کرنا ہے، پس اس خزانے کو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کیجیے۔

ماں باپ...... رحمت، شفقت، کرم وعنایت اور مہربانی کا پیکر ہیں۔ ماں باپ، اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہیں کہ جس کا کوئی بدل نہیں۔ ماں باپ کی دعاؤں کے آگے تقدیر بھی بے بس ہوتی ہے۔ ماں باپ کی رضا اللہ کی رضا اور ان کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی پنہاں ہے۔ ماں باپ کی اطاعت، سعادت مندی کی نشانی ہے۔ ماں باپ کی خدمت واطاعت سے رزق اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔ ماں باپ کے نافرمان پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے۔ ماں باپ کا شکر ادا کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ ماں باپ کے نافرمان کو موت سے پہلے اس جہاں میں بھی ضرور سزا ملتی ہے۔ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی، ایک شرک دوسرے والدین کی حق تلفی، تیسرے میدان قتال فی سبیل اللہ سے فرار۔ والدین کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھنا عبادت ہے۔ باپ کی مار، ماں کے پیار سے زیادہ بہتر ہے۔ نیک اولاد ماں باپ کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ ماں باپ کی خدمت کرو، ساری زندگی راحت وآرام سے بسر ہوگی۔ ماں باپ کی نافرمانی موت سے پہلے موت کا اعلان ہے۔ جس انسان نے ماں باپ کو پرورش کرتے ہوئے دیکھا اور

انھیں نہ مانا، اس نے خدا کو دیکھے بغیر کیا ماننا ہے۔

باپ کا احترام کرو تا کہ تمھاری اولاد تمھارا احترام کرے۔ باپ کی عزت کرو تا کہ اس سے فیض یاب ہو سکو۔ باپ کا حکم مانو تا کہ خوشحال ہو سکو۔ باپ کی سختی برداشت کرو تا کہ باکمال ہو سکو۔ باپ کی باتیں غور سے سنو تا کہ دوسروں کی نہ سننی پڑیں۔ باپ کے سامنے اونچا نہ بولو ورنہ اللہ تم کو نیچا کر دے گا۔ باپ کے سامنے نظر جھکا کر رکھو تا کہ اللہ تم کو دنیا میں بلند کر دے۔ باپ ایک ذمہ دار ڈرائیور ہے جو گھر کی گاڑی کو اپنے خون سے چلاتا ہے۔ باپ ایک مقدس محافظ ہے جو ساری زندگی خاندان کی نگرانی کرتا ہے۔ باپ کے آنسو تمھارے دکھ سے نہ گریں ورنہ اللہ تم کو جنت سے گرا دے گا۔ باپ اللہ کی رحمت کا سایہ ہے۔ باپ کی تعلیم سو استادوں کی تعلیم سے بہتر ہے۔ باپ اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ باپ کی مار برداشت کرو تا کہ دنیا کی مار سے بچ سکو۔ ماں کی دعا کا شوق رکھو مگر باپ کی بددعا سے بھی ڈرو۔ اگر ماں جنت ہے تو باپ جنت کا مین دروازہ ہے۔ باپ سے بہتر کوئی غمخوار نہیں۔ باپ سے بہتر کوئی دردمند نہیں۔ باپ سے بہتر کوئی ہمدرد نہیں۔

باپ ایک ایسی کتاب ہے جس پر بہت سے تجربات تحریر ہوتے ہیں جو زندگی گزارنے میں رہنمائی کرتے ہیں، اس لیے اُسے اپنے سے کبھی دور مت رکھیں۔ جیسے جیسے عمر گزرتی جاتی ہے، احساس ہونے لگا ہے کہ والدین ہر چیز کے بارے میں صحیح کہتے تھے۔ ......باپ ایک سرسبز و شاداب، گھنے اور تناور درخت کے مانند ہوتا ہے جس کا سایہ زمانے کی گرم و سرد ہواؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ......اگر یہ کہا جائے کہ باپ ایک مقدس رشتہ ہے جس کے دم سے زندگی کے کینوس میں حسین اور دلنشیں رنگ بھر جاتے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ......
"ماں" ایک ایسا بینک ہے جہاں آپ ہر احساس اور دُکھ جمع کر سکتے ہیں...... اور "باپ" ایک ایسا کریڈٹ کارڈ ہے جن کے پاس بیلنس نہ ہوتے ہوئے بھی وہ ہمارے خواب پورے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ فرانسیسی کہاوت ہے:

**A father is a banker provided by nautre.**

......ماں باپ کو ستا کر، جھاڑ پلا کر چپ کروا دیتے ہیں اور گاڑی پر لکھتے ہیں "یہ سب میرے ماں باپ کی دعا ہے"......! ماں باپ کے ساتھ تمھارا سلوک ایسی کہانی ہے جو لکھتے تم ہو لیکن تمھاری اولاد تمھیں پڑھ کر سناتی ہے۔ ......نخرے صرف "ماں باپ" اٹھاتے ہیں، باقی سب انگلیاں اُٹھاتے ہیں۔...... باپ کا سایہ سخت دھوپ میں چھاؤں کے مانند ہوتا ہے جو

گھر میں چارپائی پہ پڑا ہو لیکن دل کو آسرا ہوتا ہے کہ سر پہ سایہ ہے۔...... ایک باپ نہایت دکھی انداز میں کہہ رہا تھا، میں نے اپنے بیٹے کو پڑھایا، لکھایا، قابل بنایا، آج وہ اتنا قابل ہے کہ اب میں اس کے قابل نہیں رہا...... وہ کہنے لگے کہ ماں کے قدموں تلے تو جنت ہوتی ہے، باپ کے قدموں میں کیا ہوتا ہے تو میں نے کہا تھا کہ باپ کے قدموں میں ایک پھٹا ہوا جوتا ہوتا ہے جو اپنی اولاد کی خاطر رزق حلال کمانے کے دوران مسلسل محنت کے نتیجہ میں گھس جاتا ہے۔...... جب رزق میں تنگی محسوس ہو تو غور کر لیا کرو کہ ماں باپ کے لیے دعا کرنا تو نہیں چھوڑ دی۔...... جب اِنسان اپنے ماں باپ کے لیے دُعا کرنا چھوڑ دیتا ہے تو اس کا رزق روک دیا جاتا ہے اور جب وہ ان کی مغفرت اور بخشش کے لیے دعا کو اپنا معمول بنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے خزانے سے اس کے رزق میں بے پناہ اضافہ کر دیتے ہیں۔ ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (ابراہیم:41)

ماں باپ کا ادب واحترام بہت ضروری ہے۔ جس نے ماں باپ کا ادب واحترام اور قدر ومنزلت نہ کی، وہ زمانے کی نظر میں ذلیل وخوار اور رسوا ہو جاتا ہے اور جہاں کہیں بھی جاتا ہے، اسے ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔...... ماں باپ کی آنکھوں میں دوبار آنسو آتے ہیں، ایک جب بیٹی گھر چھوڑے، دوسرا جب بیٹا اُن سے منہ موڑ لے...... باپ کے کاندھوں کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ نہ عمر ڈھلنے سے وہ کبھی کمزور ہوتے ہیں۔ چاہے کتنا ہی بوڑھا ہو مگر گھر کا سب سے مضبوط ستون باپ ہی ہوتا ہے۔ باپ وہ واحد شخص ہے جو چاہتا ہے کہ آپ اس سے زیادہ کامیاب ہوں۔...... رب کعبہ کے بعد صرف ماں باپ کی آغوش میں سکون ملتا ہے۔ باپ کی مار استاد کی مار سے بہتر ہے۔ ایک باپ سات بیٹوں کی پرورش کر سکتا ہے لیکن سات بیٹے ایک باپ کی خدمت نہیں کر سکتے۔

بچے پالن سوکھے ہوندے اوکھے پالن ماپے
پچھلی عمرے اس نقطے دی سمجھ آجاندی آپے

باپ کا ہاتھ F5 کی طرح ہوتا ہے جیسے ہی منہ پر پڑتا ہے بندہ Refresh ہو جاتا ہے۔...... باپ کا اپنے بچے کو مارنا ایسا ہے جیسے کھیتی کے لیے آسمان کی بارش...... زندگی جنت ہوتی ہے جب تک ماں، باپ زندہ ہوتے ہیں!!...... جو اپنے ماں باپ کا نہیں ہو سکا، وہ کسی کا بھی نہیں ہو سکتا۔...... جن کے والدین چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں، انھیں منہ اور

آنکھیں بند کر کے زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ اللہ کسی کو چھوٹی عمر میں والدین سے محروم نہ کرے۔ زندگی میں دو شخصیتوں کا بہت خیال رکھنا۔ ایک وہ جس نے تمھاری جیت کے لیے اپنا سب کچھ ہار دیا۔ تمھارا باپ۔ ایک وہ جس کی دعاؤں سے تم سب کچھ جیت گئے۔ تمھاری ماں۔...... باپ وہ عظیم ہستی ہے جس کے پسینہ کی ایک بوند کی قیمت بھی اولاد ادا نہیں کر سکتی۔...... اپنے ماں باپ کے پاس کچھ پل بیٹھا کرو، ہر چیز ''گوگل'' سے نہیں ملا کرتی۔...... قدر کیجیے اپنے والدین کی جنھوں نے آپ کی بنیادیں مضبوط کرتے کرتے اپنے ہاتھوں میں تسبیح اور لاٹھیاں پکڑ لی ہیں۔

بوجھ اینٹوں کا اور بڑھا دو صاحب
میرے بچے نے آج ایک فرمائش کی ہے

ماں باپ کی محبت کا کوئی بدل نہیں، اللہ ہمارے والدین پر ایسے ہی رحم فرما جیسے انھوں نے بچپن میں ہم پہ کیا۔...... جس وقت آدمی کو احساس ہوتا ہے کہ اس کا باپ صحیح کہتا تھا، اس وقت اسے غلط قرار دینے والا ایک بیٹا آ چکا ہوتا ہے۔...... ماں باپ کی تکلیف کو نظر انداز مت کیا کیجیے، یہ جب بچھڑ جاتے ہیں تو ریشم کے تکیے پر بھی نیند نہیں آتی۔...... اُس باپ کے سامنے اکڑ کر مت چلو جس نے تمھیں چلنا سکھایا۔...... کاندھوں پہ ''بوجھ'' جب بڑھ جاتے ہیں تو ''بابا'' بہت یاد آتے ہیں۔...... جب ماں چھوڑ کر جاتی ہے تو کوئی دعا دینے والا نہیں ہوتا اور جب باپ چھوڑ کر جاتا ہے تو کوئی حوصلہ دینے والا نہیں ہوتا۔...... اپنے ماں باپ سے اُونچی آواز میں بات مت کیا کرو جس دن یہ خاموش ہو گئے، اُس دن تم اُن کی آواز سننے کو ترسو گے۔ بیٹا اپنے باپ کا مان ہوتا ہے، اس کی پہچان ہوتا ہے، اس کی دنیا و آخرت کی شان ہوتا ہے مگر نافرمان ہو جائے تو باپ کو عمر سے پہلے بوڑھا کر دیتا ہے۔

باپ سورج کے مانند ہے، سورج گرم تو ہوتا ہے مگر نہ ہو تو اندھیرا چھا جاتا ہے، فصلیں کچی رہ جاتی ہیں۔ باپ کے مر جانے سے بھی گھر مشکلات کے اندھیرے میں گھر جاتا ہے۔ باپ کی سختی صرف بچوں کو پختہ کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے کہ اس نے ماں کو چاند کی طرح ٹھنڈا اور باپ کو سورج کی طرح گرم بنایا۔ جس طرح ہماری زمین میں ایک ہی چاند اور ایک ہی سورج ہے، اسی طرح ہم میں سے ہر بچے کا ایک ہی حقیقی باپ اور ایک ہی حقیقی ماں ہے۔ ماں چاند ہے تو سورج باپ۔ اور یہ بات تو آپ جانتے ہیں کہ چاند سورج ہی سے روشنی لیتا ہے۔ ماں جنت ہے تو باپ جنت کا دروازہ۔ ماں جنم دیتی ہے تو

باپ زندگی دیتا ہے۔ ماں چلنا سکھاتی ہے اور باپ دوڑنا سکھاتا ہے۔ ماں کھڑا ہونا سکھاتی ہے تو باپ کھڑا رہنا سکھاتا ہے۔ ماں بچے کی حفاظت کرتی ہے تو باپ دونوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ماں گھر سجاتی ہے تو باپ گھر بناتا ہے۔ ماں کی گود مدرسہ ہے تو باپ عمارت ہے۔ ماں استاد ہے تو باپ ہیڈ ماسٹر ہے۔ ماں کے قدموں تلے جنت ہے تو باپ اسے جنت دیتا ہے۔

میں نے ایک ماں سے پوچھا: محبت کیا ہے؟ '' کہنے لگی، بچوں کی بہترین پرورش کرنا''۔ میں نے ایک باپ سے پوچھا۔ محبت کیا ہے؟ '' کہنے لگا بیٹا! کبھی سوچا ہی نہیں۔ سارا دن بچوں کے لیے روٹی کماتا ہوں، رات کو بے سدھ ہو کر سو جاتا ہوں''۔

مجھ کو تھکنے نہیں دیتا ہے ضرورت کا پہاڑ
میرے بچے مجھے بوڑھا نہیں ہونے دیتے

باپ سرمایہ اولاد ہے اور باپ ہی اجداد کی بنیاد ہے یعنی گود ماں کی درس گاہ اولین، باپ ہے روح جمال دل نشیں...... زندگی ہر لمحہ بدلتی ہے، مگر ہر پل بدلتی اس دنیا میں کوئی چیز جامد و مستقل اور ناقابل بدل ہے، تو وہ ہے والدین کی محبت...... دھیرے دھیرے گزرتے وقت کے ساتھ ہر رشتے کی نوعیت بدل جاتی ہے، لیکن والدین کا رشتہ، وہ اٹوٹ رشتہ ہے جو دنیا کے سب نشیب و فراز سے گزر کر بھی ویسا ہی رہتا ہے بلکہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے...... ماں تو ماں ہی ہوتی ہے، لفظ ''ماں'' ہی اُس کی شخصیت کا مکمل تعارف ہے، لیکن باپ سے بھی اولاد کا رشتہ بہت انوکھا سا ہے، شجر سایہ دار کا سا احساس، گھنی چھاؤں، اولاد کی تمام ضروریات کو پلک جھپکتے پوری کر دینا، ہر خواہش کی تکمیل کو اپنا اولین فرض جان کر بھی صلے سے بے پروا رہنا، بظاہر سخت لیکن اندر سے موم، حساس اور شفیق، اولاد کی ہر تکلیف پر بے کل ہو جانا، دنیا میں ماں کے بعد سب سے اہم اور اولین رشتہ باپ ہی کا ہوتا ہے جو دنیا کی کھیتی میں صرف ایک ہی فصل کاشت کرتا ہے ''فرائض و ذمے داریاں''۔ باپ ان الفاظ سے آشنا ہوتا ہے اور پھر مرتے دم تک انہی کی حرمت نبھاتا چلا جاتا ہے۔

جیب خالی ہو پھر بھی نہ نہیں کرتا
باپ سے امیر انسان دیکھا نہیں میں نے

باپ، اولاد کے لیے ایک مضبوط سہارا ہے...... جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ہم جس طرح دریا کو کوزے میں قید نہیں کر سکتے، اسی طرح والد کی محبت و شفقت،

عنایات و خدمات، محنت و ہمت کو بھی لفظوں میں بیان نہیں کر سکتے...... ماں اگر بنیاد ہے تو باپ اس بنیاد کو مضبوط کرنے کا اولین ذریعہ...... باپ کی محبت اگر تحفظ کا احساس ہے تو ماں کی محبت ٹھنڈی چھاؤں...... باپ ایک عظیم تحفہ خداوندی ہے، جو ہر درد، دکھ سہہ کر اولاد سے وفا کرتا ہے...... سچ تو یہ ہے کہ اس کائنات کا خوب صورت ترین رشتہ والدین کا ہے، یہی خاندانی نظام کی بنیاد اور اکائی ہیں۔ یہی وہ عظیم رشتے ہیں، جو اولاد کے لیے زندگی کے ہر لمحے، ہر موڑ پر دعا گو رہتے ہیں اور خاص طور پر باپ تو خاندانی نظام میں رحمت و شفقت کا مظہر اور اولاد کے لیے تعلیم و تربیت اور تعمیر شخصیت کی ایک اساس ہے...... باپ کی اطاعت، فرماں برداری، خدمت اور حسن سلوک ہی میں عظمت ہے اور اللہ کے قرب، اس کی رضا اور خوش نودی کا مظہر بھی ہے...... دنیا کے زیادہ تر باپ بظاہر کرخت، بارعب اور غصے والے نظر آتے ہیں، جب کہ حقیقتاً ان کے ایسے انداز ہی کی بدولت اہل خانہ ایک چھت تلے باحفاظت مقیم رہتے ہیں...... باپ کی ڈانٹ ڈپٹ، تعلیم و تربیت کا حصہ اور شفقت و دُعا کی حدت، خاموش سمندر کے مانند ہے کہ جس کی لہریں تو پرسکون، مگر اندرون میں گہری شدت پنہاں ہوتی ہے...... باپ کی مثال ایک ایسے درخت کی سی ہے کہ جو خود تو جلتا ہے لیکن اس کی چھاؤں اولاد کو دنیا جہاں کے غموں کی دھوپ سے بچائے رکھتی ہے۔ ...... ماں کے قدموں میں ہے جنت بالیقیں، باپ کا سایہ بھی ہے عظمت نشیں...... باپ کی محنت سے ملتی ہے اماں، باپ بچے کے لیے ہے سائباں...... باپ دیتا ہے شعور و آگہی، باپ ہے صبح بہار زندگی...... اُن کے جذبوں، اُن کی ہر فریاد کا، باپ رکھتا ہے خیال اولاد کا...... ماں ہے بچوں کے مقدر کا ثمر، باپ، تاریکی میں انوار سحر......

ان کے سائے میں بخت ہوتے ہیں، باپ گھر میں درخت ہوتے ہیں۔ ......زندگی کے سارے رنگ، خوشبو اور اجالے والد ہی کے دم سے ہیں۔ ......کوئی خدمت یا احسان بھی والد کی محنتوں، محبتوں اور مشقتوں کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ ...... باپ اللہ کی رحمت ہے جو سدا ایک چادر کی طرح سر پر تنی رہتی ہے۔ ...... باپ اولاد کے لیے ایک ڈھال ہے۔ ...... جب باپ اپنے بیٹے کو کوئی چیز دیتا ہے تو بیٹا مسکراتا ہے اور جب بیٹا اپنے باپ کو کوئی شے دیتا ہے تو باپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ ...... ماں کی عظمت سے کسے انکار ہے، باپ بھی ہر موڑ پر درکار ہے، جس نے دیکھی ہے یتیمی اس سے پوچھ، باپ کے بن زیست کتنی خوار ہے، ہے ضرورت کا تعلق باپ سے، اور ماں ممتا بھری مہکار ہے،

زندگانی ہے اگر جنگی محاذ، باپ پھر اس کا سپہ سالار ہے، باپ ہے تیرے وسائل کا سبب، باپ کی کوشش سے بیڑا پار ہے، باپ دیتا ہے ارادوں کو جلا، باپ سے ہی زندگی گلزار ہے، لازم وملزوم دونوں ہیں تجھے، زیست دونوں کے بنا دشوار ہے، مال وزر ہو پھر بھی کہلائے یتیم، باپ کے بن یوں سمجھ نادار ہے، حق ادا کرنا ہے دونوں کا محال، اور اہانت باعثِ پھٹکار ہے۔باپ کی محبت اولاد کو سخت جان اور محنتی بناتی ہے۔ باپ کی نظر مستقبل پہ ہوتی ہے،وہ اپنی اولاد کو مستقبل کی سختیوں کے لیے تیار کررہا ہوتا ہے۔ یہ بات اولاد کو فی الحال سمجھ نہیں آتی لیکن مستقبل میں وہ اپنے باپ کی شکرگزار رہتی ہے جس کی محبت اور شفقت نے زندگی کا مطلب سمجھادیا...... کبھی ان چیزوں کی شکایت اپنے ماں باپ سے نہ کرو جو وہ آپ کو مہیا نہیں کر سکے۔ غالباً انہوں نے وہ سب کچھ مہیا کیا جو وہ کر سکتے تھے۔ ...... ہمت، شفقت، چاہت اور قربانی کو یکجا لکھوں تو آنکھوں کے سامنے ابو کی تصویر آجاتی ہے......

باپ کا ہاتھ اگر سر پر نہ ہو تو پھر پتا چلتا ہے کہ کون اپنا ہے اور کون پرایا ہے۔

ماواں باج، سہارے اوکھے ...... باپ بنا کنارے اوکھے

باپ کا سایہ ایک ایسے بادل کی مثل ہے کہ ہر وقت آپ کو دھوپ سے تحفظ فراہم کرتا ہے اور جب آپ کے دل کی زمین بنجر ہونے لگے تو بارش کی بوندیں برساتا ہے...... باپ کا سایہ جب نہیں رہتا تب زندگی گھسیٹ کر آگ برساتی دھوپ میں لاکر کھڑا کرتی ہے، تب احساس ہوتا ہے کہ ہمارے سر پر اب چھت نہیں رہی۔ایک ماں باپ کی آدھی عمر اپنی اولاد کو پیار دیتے اور آدھی اولاد کا پیار لینے کو ترستے گزر جاتی ہے۔ کچھ لوگوں کا پیار کبھی بھی نہیں بدلتا اور انہیں "ماں باپ" کہتے ہیں۔ ...... کتے کو اپنے بستر پر سلانے اور اپنے باپ کو اولڈ ہوم چھوڑنے کے بعد اس نے Father Day کی ایک تقریب میں جا کر زبردست تقریر کی۔ ...... مدر ڈے اور فادر ڈے مغربی اقوام تک ہی رہنے دیں، مسلمان ان دنوں کو اہمیت نہ دیں۔مغربی اقوام ان دنوں کو اس لیے مناتے ہیں کیونکہ وہ والدین کو اولڈ ہاؤس بھیج کر سارا سال خبر نہیں لیتے سوائے مدر ڈے اور فادر ڈے کے۔ جب کہ مسلمانوں کے لیے ہر روز والدین کی خبر گیری کا حکم ہے!!

امریکہ میں ہر سال جون کے تیسرے اتوار کو "فادر ڈے" (باپ کا دن) منایا جاتا ہے۔ ماں کا دن منایا جانے لگا تو اہل مغرب کو احساس ہوا کہ باپ کا دن بھی منانا

چاہیے۔ مادر پدر آزاد معاشروں میں چونکہ اکثر باپ نامعلوم ہوتے ہیں یا اولاد کے حقوق کی ادائیگی میں غیر ذمہ دار ہوتے ہیں لہٰذا ماں کو باپ پر فوقیت دی جاتی ہے۔ گو کہ باپ کا دن، ماں کے دن کی طرح پر جوش طریقے سے نہیں منایا جاتا مگر مسلمانوں کا ہر لمحہ ماں باپ کے لیے وقف کیا گیا ہے حتیٰ کہ عمر بھر کی عبادت و ریاضت اور نیکیاں والدین کی رضا سے منسوب ہیں۔ یہ وہ رشتے ہیں جو آخرت میں بھی ساتھ ہوتے ہیں۔ انسان روز قیامت انہی رشتوں سے پکارا جاتا ہے، اسی لیے فرما دیا گیا کہ ماں باپ کے چہرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھنا کعبہ کی زیارت ہے۔ باپ بیٹے کے درمیان اکثر ایک حجاب حائل رہتا ہے اور جب باپ اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو بیٹا اپنی تنہائیوں میں روتا ہے کہ کاش اس نے باپ سے اظہار محبت کیا ہوتا۔ ایک شخص نے کہا کہ ''میں نے اپنے باپ کی وفات کے بعد ان کی تمام آرزؤں کو پورا کرنے کی کوشش کی مگر ایک حسرت میرے دل کو اکثر پریشان کرتی ہے کہ کاش! میں دو گھڑی اپنے باپ کے پاس بیٹھا ہوتا اور ان سے پوچھتا کہ زندگی کے تپتے صحرا میں انہوں نے کس طرح زندگی گذاری۔ باپ کی زندگی میں پیش آنے والے نشیب و فراز، مشکلات اور مسائل ان کے روبرو بیٹھ کر سنتا، محسوس کرتا، ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھتا اور ان کی پلکوں میں چھپے نمکین پانی کو بہنے دیتا۔ کاش! میں نے اپنے باپ کو ایک بار سینے سے لگایا ہوتا اور وہ میری باہوں میں پگھل جاتے۔ انہیں اپنی زندگی بنانے اور ہماری زندگیاں سنوارنے میں کتنے کٹھن ادوار سے گزرنا پڑا، کتنے امتحانات اور آزمائشوں کے پل عبور کرنے پڑے، کتنی راتیں جاگ کر گذارنا پڑیں اور کتنے مسائل درپیش رہے، کب بیمار ہوئے اور کہاں خود کو تنہا محسوس کرتے رہے۔ کاش! میں نے اپنے باپ کا دکھ سنا ہوتا۔ اس گھنے درخت کا میں بھی سایہ بنا ہوتا۔ ان کے اتنے قریب ہو جاتا کہ ان کے اندر کی ہچکیاں سن سکتا۔ اپنے باپ کو کاش اپنی زندگی کے دس منٹ ہی دیئے ہوتے۔ بوڑھا ہو گیا ہوں میں تھوڑا وقت دے دیا کر، بیٹھ کر دو چار ہی سہی پر مجھ سے باتیں کیا کر، تو ہی میری لاٹھی ہے تو ہی میری روشنی، کچھ پل کے لیے ساتھ میرے راستہ طے کیا کر، مر جاؤں گا ایک دن چلا جاؤں گا چھوڑ کر تجھے، جو بچی ہے زندگی صاحب لمحے کچھ میرے لیے بھی رکھا کر۔

جانتا ہوں ایک ایسے شخص کو میں بھی منیر
غم سے پتھر ہو گیا لیکن کبھی رویا نہیں

مغرب میں ہر سال ''فادرڈے'' منایا جاتا ہے۔ ''ایسے ایام کا اہتمام، درحقیقت مغرب کے چونچلے ہیں۔ میرا تو ایک دن بھی، میرے باپ کے بغیر مکمل نہیں بلکہ میں تو خصوصیت سے اس فلسفے کا پرچارک ہوں کہ ماں سے بھی کہیں زیادہ باپ کو احساس قربت اور اظہار محبت کی حاجت ہوتی ہے۔ ہم عموماً ماؤں کے لیے بہت جذباتی ہوتے ہیں۔ ہر طرح سے ان سے لگاؤ کا اظہار کر لیتے ہیں، لیکن باپ سے اپنی محبت و انسیت، قربت و تعلق کا اظہار اس طرح نہیں کر پاتے، جیسے کرنا چاہیے۔ حالانکہ وہ شخص، جو بظاہر خود پر ہر وقت ایک سنجیدگی، سخت گیری کا خول چڑھائے رکھتا ہے، لیکن اندر سے موم کی طرح نرم ہوتا ہے، اُسے اس بات کا احساس دلانے کی ضرورت زیادہ شدت سے ہوتی ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ کس طرح ہمارے لیے دن رات محنت و مشقت کی بھٹی میں جل جل کر کوئلہ ہو رہے ہیں، انہوں نے اپنی زندگی کیسے ہمارے لیے وقف کر رکھی ہے اور یہ کہ انہوں نے تو اپنے لیے، اُسی دن جینا چھوڑ دیا تھا، جس روز وہ باپ کے درجے پر فائز ہو گئے تھے۔ تو سچ کہوں، تو میں تو اپنے باپ کا سب سے بڑا فین اور حد درجہ قدر دان ہوں، اور آج کے دن ہر بیٹے، بیٹی سے بھی یہی کہنا چاہوں گا کہ جس قدر ممکن ہو، اپنے والدین کی اطاعت و خدمت کریں، ان کی دعائیں لیں، ان کو خوش رکھیں کہ اسی میں ہماری کامیابی اور دین و دنیا کی فلاح ہے۔

جوان بیٹا کھیت میں ہل چلا رہا تھا۔ پسینے اور گرمی کی شدت سے اُس کا چہرہ پیلا پڑ رہا تھا۔ اُس کا بوڑھا باپ درخت کے نیچے بیٹھا اسے بار بار کہہ رہا تھا ''بیٹا بس کرو، تھوڑی دھوپ ڈھل جائے تو پھر باقی ہل چلا لینا''۔ مگر بیٹا، باپ کو ٹالتے ہوئے کہتا ''ابا جی! مجھے کام کرنے دیں، مجھے کچھ نہیں ہوتا''۔ لیکن وہ تو باپ تھا، کیسے بیٹے کی تکلیف برداشت کر سکتا تھا۔ جب دیکھا کہ اس کا بیٹا کسی طور مان ہی نہیں رہا ہے، تو اُٹھ کر وہ گھر چلا گیا اور اپنے لختِ جگر کے ٹکڑے، اپنے پوتے کو گود میں اٹھایا اور سخت گرمی میں کھیتوں میں لے آیا اور اپنے ساتھ دھوپ میں بٹھا لیا۔ بیٹے نے جب اپنے لختِ جگر کو دھوپ میں بیٹھے دیکھا تو بھاگ کر اُسے گود میں اٹھایا اور باپ سے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''ابا جی! اتنی سخت گرمی میں آپ نے میرے معصوم بیٹے کو زمین پر بٹھا دیا''۔ باپ نے مسکرا کر بیٹے سے کہا: ''بیٹا! اسی طرح میں بھی اپنے بیٹے کو اتنی سخت گرمی میں، تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا''۔ بیٹے کو باپ کی نصیحت سمجھ آ گئی، اُس کی آنکھیں نم ہو گئیں اور اُس نے آگے بڑھ کر باپ کو گلے لگا لیا۔

دھوپ کتنی ہی کڑی ہو کوئی پرواہ نہیں
باپ کا سر پہ ہو سایہ تو شجر لگتا ہے

ایک دوست نے جب مجھے یہ بتایا کہ اورنگزیب نے بھی ''فادر ڈے' کے حوالے سے فیس بک پر ایک پوسٹ لگا رکھی ہے تو میں بہت حیران ہوا۔ اورنگزیب وہ شخص ہے جس نے اپنے بوڑھے والد کو گھر سے نکال دیا تھا اور اولڈ ہوم میں ان کی وفات ہو جانے پر میت لینے بھی نہیں گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ ہم 'فادر ڈے' منانے کی مخالفت تو کرتے ہیں مگر اس کا یہ 'فائدہ' ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اورنگزیب جیسے شخص کو بھی اپنے والد کی یاد آ گئی۔ آج میں نے فیس بک خاص طور پر اس کی پوسٹ دیکھنے کے لیے کھولی اور پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے اپنے والد کی نہیں بلکہ خود اپنی 'سیلفی' لگا رکھی تھی۔ آنکھوں سے بہتے آنسو صاف نظر آ رہے تھے، نیچے لکھا تھا: ''میں تین بچوں کا 'باپ' ہوں، تینوں مجھے چھوڑ کر نجانے کہاں چلے گئے، ان میں سے کوئی اگر میری تصویر دیکھے تو خدا کے لیے واپس آ جائے......!''

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا باپ کا رتبہ و مقام ماں سے کم ہے یا کیا باپ اپنی اولاد کی خوشی اور سکون کی خاطر ماں سے کم قربانیاں دیتا ہے؟ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ ماں اور باپ دونوں اپنی اولاد کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ اس ضمن میں یہ بھی ضرور ہے کہ خدمت کے لحاظ سے ماں کا رتبہ باپ کے مقابلے میں تین درجے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ماں بچے کو نو ماہ تک اپنے پیٹ میں پالتی ہے اور یہ دور ماں کے لیے واقعی انتہائی مشکل اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس تکلیف دہ دور میں باپ اپنے ہونے والے بچے کی خاطر اپنی بیوی کا اس طرز سے خیال رکھتا ہے کہ اُسے تکلیف کا خاص احساس تک نہیں ہونے دیتا۔ یہ بات اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ باپ اپنے بچے کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اُس کے لیے اپنے تئیں کوششیں شروع کر دیتا ہے۔ ...... بچے کی زندگی کے تمام ادوار میں باپ اپنے بچوں کی خوشیوں کے لیے ماں کی طرح یا شاید ماں سے بھی بڑھ کر تگ و دو کرتا ہے۔ جس طرح ماں اپنا پیٹ کاٹ کر بچوں کو پالتی ہے تو اسی طرح باپ بھی اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کے لیے خوشیاں اکٹھی کرتا ہے۔ اکثر جگہوں پر یہ لکھا ہوتا ہے: ''یہ سب میری ماں کی دعا ہے'' لیکن کوئی باپ کی دعا کا ذکر نہیں کرتا، حالانکہ باپ اپنے بچوں کے لیے ہمہ وقت دعا گو رہتا ہے۔

میرے مطابق لوگوں کو یہ فقرہ لکھنا چاہیے: "یہ سب میرے ماں باپ کی دعا ہے!"

جڑی تھی اس کی ہر ایک ہاں میری ماں سے
یہ بات سچ ہے میرا باپ کم نہ تھا میری ماں سے

آج کی اولاد ماں کی نسبت باپ کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی' اس کی چند ایک وجوہات ہیں۔ ماں چونکہ سارا دن بچوں کے پاس ہوتی ہے، اس لیے اُسے اپنی اولاد سے پیار بانٹنے کا زیادہ وقت ملتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں باپ چونکہ روزگار کے سلسلے میں گھر سے باہر رہتا ہے، اس لیے اُسے اپنے بچوں سے بات کرنے اور ان سے ہنسنے کھیلنے کا موقع کم ملتا ہے، اس لیے بچپن ہی سے بچے کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ باپ کی نسبت ماں اُسے زیادہ وقت اور توجہ دیتی ہے۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ اولاد کی کسی غلطی پر ماں بچے کو ڈانٹنے کے بجائے یہ ذمہ داری باپ کے کندھوں پر ڈال دیتی ہے اور کہتی ہے کہ رات کو تمھارے بابا کو بتاؤں گی۔ رات کو باپ جب بچے کو سمجھاتا ہے اور کبھی کبھار سختی کی نوبت بھی آجاتی ہے تو بچے کے معصوم ذہن میں یہ سما جاتا ہے کہ میرے بابا مجھے ڈانٹتے ہیں اور اس لیے وہ بابا کو اُتنی اہمیت نہیں دیتا۔ ہمارے گھروں کا یہ رواج ہے کہ بچے ماں سے سفارش کرا کر باپ سے اپنی بات منواتے ہیں اور باپ بھی ماں کی سفارش پر مان جاتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی اولاد کا التفات ماں کی طرف زیادہ ہوتا ہے اس لیے کہ وہ اس کی سفارشی جو ہوتی ہے۔......اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان باتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ باپ اپنے بچوں سے کم پیار کرتا ہے۔ دیکھئے باپ سارا دن گھر سے باہر اپنے بچوں کے اچھے مستقبل کے لیے ہی محنت کرتا ہے اور وہ اپنے بچوں کو ڈانٹتا بھی اسی لیے ہے تاکہ وہ اچھے اور نیک بن سکیں۔ ورنہ کون باپ ہے جو بلا وجہ اپنے بچوں کو ڈانٹے۔ بچے اتنے معصوم ہوتے ہیں کہ وہ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ باپ ماں کے کہنے پہ بچوں پہ رعب ڈالتا ہے۔ ......گھر میں اپنی اولاد پر بات بات پر پابندیاں لگانے والے والدین بظاہر کسی سخت گیر تھانیدار جیسے لگتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ ایسے معصوم پرندوں کے مانند ہوتے ہیں جن کو ہر وقت یہی فکر ہوتی ہے کہ ہمارے بچوں اور گھونسلے کو کہیں کوئی باہر سے آنے والا نقصان نہ پہنچا دے! ......ہم ماں کی عظمت بیان کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ نگوڑے باپ کے سینے میں بھی دل ہوتا ہے۔ جب بچہ ماں کی کوکھ میں ہوتا ہے تو وہ پھولے نہیں سماتا، اپنی بیوی کے ناز نخرے اُٹھاتا ہے، بچہ پیدا ہوتا ہے تو باپ اس کے مستقبل کے سپنوں میں کھو

جاتا ہے، اس کی قلقاریوں پہ فدا ہوئے جاتا ہے، ننھی سی انگلیاں پکڑ کو چلنا سکھاتا ہے، اسے دنیا جہان کی نعمتیں اور راحتیں مہیا کرنے کے لیے زمانے بھر کی ٹھوکریں کھاتا ہے، جب تھکا ہارا باپ گھر آتا ہے، لخت جگر ٹانگوں سے لپٹ جاتا ہے اور "بابا" کہہ کر بلاتا ہے تو عالم وارفتگی میں انسان سب غم بھول جاتا ہے اور بے پناہ مسرت سے نہال ہوئے جاتا ہے۔ ہمیں یہ تو پڑھایا جاتا ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے مگر یہ نہیں بتایا جاتا کہ ہماری زندگی کو بہشت بنانے کی کوشش میں جس شخص کی اپنی زندگی جہنم ہو جاتی ہے، اس کا نام باپ ہے۔ اسی لیے ہمیں چمچماتی گاڑیوں اور عالیشان گھروں پر یہ جملہ تو دکھائی دیتا ہے کہ "یہ سب میری ماں کی دعا ہے" مگر یہ الفاظ دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں کہ "یہ سب میرے باپ کی دعا ہے" گاہے سوچتا ہوں، کیا باپ اپنے بچوں کے لیے دعا نہیں کرتا؟ سچ یہ ہے کہ ماں دعا کرتی ہے تو باپ دعا کے ساتھ دوا بھی کرتا ہے۔ یہ بات تسلیم کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ بالعموم ماں بچے کی بہتر نگہداشت کر سکتی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچے کو باپ کی حاجت نہیں ہوتی یا اسے بچوں کی زندگی میں محض ایک ایسی اے ٹی ایم مشین کی حیثیت حاصل ہے، جسے محض پیسے نکلوانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

ایک ماں ہی نہیں، باپ بھی اپنے دل میں اولاد کے لیے محبت، چاہت اور ایثار و قربانی کا اک بحر بیکراں سمیٹے ہوتا ہے۔ مگر ہمارے معاشرے میں زیادہ تر ماؤں کی قربانیوں اور راتوں کی نیندیں تیاگ کر اپنے جگر گوشوں کی پرورش کا ذکر عام ہے۔ پدرانہ شفقت کے حامل باپ کے لیے تعریفی کلمات، ستائش بھرے جملے ذرا کم ہی سننے کو ملتے ہیں، حالانکہ باپ کے درجے پر فائز ایک مرد کی فطرت کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے، تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ بظاہر بہت مضبوط اور سخت دل نظر آنے والا باپ بھی اندر سے درحقیقت بالکل موم ہوتا ہے۔ ہاں بس، حرف شکایت لبوں پر لانا اس کا شیوہ نہیں اور یہ بات بھی مشاہدے میں ہے کہ ماں کی نسبت، باپ نومولود کی پرورش کے دوران پیش آنے والی ان گنت تکالیف کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ مثلاً "کل رات منے نے سونے نہیں دیا"۔ "بچی کے پیٹ میں درد تھا، اس لیے سویرے آنکھ نہ کھلی"۔ جیسے کلمات ماں کی زبانی سن کر تو فوراً ہمیں اس سے ہمدردی محسوس ہونے لگتی ہے، لیکن کیا اس لمحے باپ کی طرف بھی دھیان جاتا ہے کہ جب نومولود رات بھر روتا رہا تو جہاں ماں بچے کی تکلیف پر رات بھر جاگتی رہی، تو بھلا باپ بھی کیسے سکون کی نیند

سویا ہو گا اور پھر اس آدمی ادھوری نیند کے ساتھ صبح سویرے اُٹھ کر اسے معاش کے سب امور بھی نمٹانے ہوتے ہیں۔ اہل خانہ کی اک اک ضرورت کا خیال رکھنا، بیوی بچوں کی ہر ہر فرمائش پوری کرنا بھی اسی کے ذمے ٹھہرا۔

وہ تہی دست بھی کیا خوب کہانی گر تھا
باتوں باتوں میں مجھے چاند بھی لا دیتا تھا

ماں بچے کو پیٹ میں نو مہینے پالتی ہے اور اس کے بعد باپ اپنے مرنے تک اپنے خاندان کے لیے دنیا سے لڑ جاتا ہے۔ پیسہ کماتا ہے، گھر بناتا ہے لیکن باپ نہ رو سکتا ہے نہ اپنا درد دکھا سکتا ہے۔ اپنے آپ کو مار کر بچوں کی خوشیوں کی تلاش میں روز سڑکوں پر نکلتا ہے۔ باپ کی قربانیوں کی صحیح معنوں میں قدر نہ تو ہمارا کلچر کرتا ہے نہ کسی شاعری یا فوک داستان میں اس کا ذکر آتا ہے۔ ساری توجہ، ساری کہانیاں، ساری شاعری ماں کی قربانیوں سے بھری پڑی ہیں اور باپ کی قدر صرف اس کے جانے کے بعد ہوتی ہے!

ایک پانچ چھ سال کا معصوم سا بچہ اپنی چھوٹی بہن کو لے کر مسجد کے ایک طرف کونے میں بیٹھا، ہاتھ اٹھا کر اللہ سے نہ جانے کیا مانگ رہا تھا۔ کپڑوں پر میل لگا ہوا تھا مگر نہایت صاف، اس کے ننھے ننھے سے گال آنسوؤں سے بھیگ چکے تھے۔ بہت سے لوگ اس کی طرف متوجہ تھے اور وہ بالکل بے خبر اپنے اللہ سے باتوں میں لگا ہوا تھا۔ جیسے ہی وہ اٹھا، ایک اجنبی نے بڑھ کے اس کا ننھا سا ہاتھ پکڑا اور پوچھا: ''کیا مانگا اللہ سے'' اس نے کہا: ''میرے پاپا فوت ہو گئے ہیں ان کے لیے جنت، میری ماں روتی رہتی ہے ان کے لیے صبر، میری بہن ماں سے کپڑے وغیرہ مانگتی ہے، اس کے لیے رقم''۔ ''آپ اسکول جاتے ہو'' اجنبی نے سوال کیا: ''ہاں جاتا ہوں'' اس نے کہا: ''کس کلاس میں پڑھتے ہو؟'' اجنبی نے پوچھا: ''نہیں انکل! پڑھنے نہیں جاتا، ماں چنے بنا دیتی ہے، وہ سکول کے بچوں کو فروخت کرتا ہوں، بہت سارے بچے مجھ سے چنے خریدتے ہیں، ہمارا یہی کام اور روزگار ہے'' بچے کا ایک ایک لفظ میری روح میں اتر رہا تھا۔ ''تمہارا کوئی رشتہ دار'' ! نہ چاہتے ہوئے بھی اجنبی بچے سے پوچھ بیٹھا: ''پتہ نہیں، ماں کہتی ہے غریب کا کوئی رشتہ دار نہیں ہوتا، ماں جھوٹ نہیں بولتی، پر انکل، مجھے لگتا ہے میری ماں کبھی کبھی جھوٹ بولتی ہے۔ جب ہم کھانا کھاتے ہیں، وہ ہمیں دیکھتی رہتی ہے، جب میں کہتا ہوں، ماں آپ بھی کھاؤ، تو کہتی ہے میں نے کھا لیا تھا، اس وقت لگتا ہے، جھوٹ بولتی ہے''!!

"بیٹا اگر تمھارے گھر کا خرچ مل جائے تو پڑھائی کرو گے؟" "بالکل نہیں" "کیوں" "تعلیم حاصل کرنے والے، غریبوں سے نفرت کرتے ہیں انکل، ہمیں کسی پڑھے ہوئے نے کبھی نہیں پوچھا بلکہ پاس سے گزر جاتے ہیں" اجنبی حیران بھی تھا اور پریشان بھی۔ پھر اس نے کہا "ہر روز اسی مسجد میں آتا ہوں، کبھی کسی نے نہیں پوچھا۔ یہاں تمام آنے والے میرے والد کو جانتے تھے مگر ہمیں کوئی نہیں جانتا۔" بچہ زور زور سے رونے لگا" انکل جب باپ مر جاتا ہے تو سب جاننے والے اجنبی کیوں ہو جاتے ہیں؟" میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

خیال کتنا ضروری ہے باپ کا سایہ
تپش رشتوں پہ پڑی تو بہت یاد آیا

بڑے غصے سے میں گھر سے چلا آیا......اتنا غصہ تھا کہ غلطی سے پاپا کے جوتے پہن کے نکل گیا۔ میں آج بس گھر چھوڑ دوں گا!!! اور تبھی لوٹوں گا جب بہت بڑا آدمی بن جاؤں گا۔!! جب موٹر سائیکل نہیں دلوا سکتے تھے تو کیوں انجینئر بنانے کے خواب دیکھتے ہیں؟!!! آج میں پاپا کا پرس بھی اٹھا لایا تھا...... جسے کسی کو ہاتھ تک نہ لگانے دیتے تھے...... مجھے پتہ ہے اس پرس میں ضرور پیسوں کے حساب کی ڈائری ہوگی...... پتہ تو چلے کتنا مال چھپایا ہے......ماں سے بھی......اسے ہاتھ نہیں لگانے دیتے کسی کو......جیسے ہی میں عام راستے سے سڑک پر آیا، مجھے لگا جوتوں میں کچھ چبھ رہا ہے......میں نے جوتا نکال کر دیکھا......میری ایڑھی سے تھوڑا سا خون رس آیا تھا...... جوتے کی کوئی کیل نکلی ہوئی تھی، درد تو ہوا، پر غصہ بہت تھا......اور مجھے جانا ہی تھا گھر چھوڑ کر......جیسے ہی کچھ دور چلا...... مجھے پاؤں میں گیلا گیلا سا لگا، سڑک پر پانی پھیلا ہوا تھا...... پاؤں اٹھا کے دیکھا تو جوتے کا تلا پھٹا ہوا تھا...... جیسے تیسے لنگڑا کر بس سٹاپ پر پہنچا، پتہ چلا کہ ایک گھنٹے تک بس نہیں آئے گی......میں نے سوچا کیوں نہ پرس کی تلاشی لی جائے......میں نے پرس کھولا، ایک پرچی دکھائی دی، لکھا تھا......لیپ ٹاپ کے لیے 40 ہزار قرض لیے......پر!!! لیپ ٹاپ تو گھر میں میرے پاس ہے؟ ایک دوسری پرچی پر اپنا بہترین شوق لکھا تھا: اچھے جوتے پہننا......اوہ...... اچھے جوتے پہننا؟؟؟ پر ان کے جوتے تو.......... !!!! ماں گزشتہ چار ماہ سے ہر پہلی کو کہتی ہے: نئے جوتے لے لو......اور وہ ہر بار کہتے: "ابھی تو 6 ماہ جوتے اور چل جائیں گے"...... میں اب سمجھا، کتنے چل جائیں گے؟؟؟...... تیسری پرچی...... پرانا سکوٹر دیجیے، ایکسچینج میں نئی موٹر سائیکل لے

جائیں ...... پڑھتے ہی دماغ گھوم گیا ...... پاپا کا سکوٹر ......اوہ ہ ہ ہ ہ، میں گھر کی طرف بھاگا ......اب پاؤں میں وہ کیل نہیں، چبھ رہی تھی ...... میں گھر پہنچا ...... نہ پاپا تھے نہ سکوٹر ......اوہ!! نہیں!! میں سمجھ گیا، کہاں گئے؟ ...... میں بھاگا ......اور ایجنسی پر پہنچا ...... پاپا وہیں تھے ...... میں نے ان کو گلے سے لگا لیا اور آنسوؤں سے ان کا کندھا بھیگ گیا ...... نہیں ...... پاپا نہیں ...... مجھے نہیں چاہیے موٹر سائیکل ......بس آپ نئے جوتے لے لیں اور مجھے اب بڑا آدمی بننا ہے ......وہ بھی آپ کے طریقے سے ......

مجھ کو چھاؤں میں رکھا اور خود جلتا رہا دھوپ میں
میں نے دیکھا ہے اِک فرشتہ باپ کے روپ میں

ایک 50 سال کی اماں نے اپنے بوڑھے شوہر کو آواز دی کہ ''اے جی سنیے گا، یہ الماری کا شیشہ نہیں کھل رہا'' بوڑھا باپ آگے بڑھا اور کھولنے کی کوشش کی لیکن زیادہ کامیاب نہ ہو سکا، جوان بیٹا آگے بڑھا، ذرا سا زور لگایا، آسانی سے کھل گیا، اور غصے سے بولا: ''لو جی، یہ بھی کوئی مشکل کام تھا'' باپ مسکرایا اور بولا، ''بیٹا یاد ہے؟ جب تو بچہ تھا اور گھر کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا تھا تو میں جان بوجھ کر آہستہ آہستہ تیرے لیے دروازہ کھولنے میں اس طرح مدد کرتا تھا کہ تو سمجھے کہ دروازہ تو نے خود کھولا ہے تا کہ تیرے اندر اعتماد آئے، تیرا دل نہ ٹوٹنے پائے اور تیری ہمت بڑھے'' باپ کی بات سننا تھی کہ جوان بیٹا متوجہ ہو گیا اور اس کی آنکھ سے آنسو جاری ہونا شروع ہو گئے۔

ایک دفعہ بوڑھے باپ نے بیٹے سے پوچھا، ''یہ جو تو نے نئی گاڑی خریدی ہے، اس کا نام کیا ہے؟ بیٹا بولا: ''ہنڈا'' چند گھنٹوں بعد بوڑھا باپ گاڑی کا نام بھول گیا تو اس نے دوبارہ سوال کیا۔ بیٹا حیران ہو کر بولا: ''ابو ہنڈا ہے'' رات کو سونے سے پہلے باپ نے پھر سوال کیا کہ کیا نام بتایا تھا؟ اب تو جوان بیٹا کنٹرول نہ کر سکا اور غصے میں بولا: ''آپ کو کتنی مرتبہ بتاؤں ہنڈا ہنڈا ہنڈا!!'' باپ خاموش ہو گیا، الماری سے 30 سالہ پرانی نوٹ بک نکالی اور بیٹے سے کہا، ''ذرا اس کا یہ والا صفحہ تو پڑھنا'' بیٹے نے بادل ناخواستہ صفحہ پڑھنا شروع کیا جس میں لکھا تھا، ''آج میری خوشی کا بہت بڑا دن ہے کیونکہ میرے بیٹے نے پہلی دفعہ لفظ چڑیا بولا اور مجھ سے 25 مرتبہ کہا، بابا وہ کون ہے اور میں نے خوشی اور مسرت کے ساتھ 25 مرتبہ جواب دیا، بیٹا بولو، چڑیا چڑیا چڑیا'' جوان بیٹا حیرانی سے ایک ایک لفظ پڑھتا جاتا اور آنکھوں سے آنسوؤں

کی برسات جاری ہوگئی۔

میں باپ کی عظمت کا بیاں سوچ رہا ہوں
اک لفظ مگر مجھ کو تو ایسا نہیں ملتا

جب میں چار سال کا تھا: ''میرے ابو سب سے اچھے ہیں'' جب میں چھ سال کا تھا، ''لگتا ہے میرے ابو سب کچھ جانتے ہیں''، جب میں دس سال کا تھا، میرے ابو بہت اچھے ہیں لیکن بس ذرا غصے کے تیز ہیں، جب میں بارہ سال کا تھا، ''میرے ابو تب بہت اچھے تھے جب میں چھوٹا تھا''، جب میں چودہ سال کا تھا، ''لگتا ہے میرے ابو بہت حساس ہو گئے ہیں''، جب میں سولہ سال کا تھا، ''میرے ابو جدید دور کے تقاضوں سے آشنا نہیں ہیں''، جب میں اٹھارہ سال کا تھا، ''میرے ابو میں برداشت کی کمی بڑھتی جارہی ہے''، جب میں بیس سال کا تھا، ''میرے ابو کے ساتھ تو وقت گزارنا بہت ہی مشکل کام ہے، پتہ نہیں امی بیچاری کیسے ان کے ساتھ اتنی مدت سے گزارہ کررہی ہیں''، جب میں پچیس سال کا تھا، ''لگتا ہے میرے ابو کو ہر اس چیز پر اعتراض ہے جو میں کرتا ہوں''، جب میں تیس سال کا تھا، ''میرے ابو کے ساتھ باہمی رضامندی بہت ہی مشکل کام ہے۔ شاید دادا جان کو بھی ابو سے یہی شکایت ہوتی ہوگی جو مجھے ہے''۔ جب میں چالیس سال کا تھا، ''ابو نے میری پرورش بہت ہی اچھے اصولوں کے ذریعے کی، مجھے بھی اپنے بچوں کی پرورش ایسی ہی کرنی چاہیے''۔ جب میں پینتالیس سال کا تھا، ''مجھے حیرت ہے کہ ابو نے ہم سب کو کیسے اتنے اچھے طریقے سے پالا پوسا''۔ جب میں پچاس سال کا تھا، ''میرے لیے تو بچوں کی تربیت بہت ہی مشکل کام ہے، پتہ نہیں ابو ہماری تعلیم وتربیت اور پرورش میں کتنی اذیت سے گزرے ہوں گے''۔ جب میں پچپن سال کا تھا، ''میرے ابو بہت دانا اور دور اندیش تھے اور انہوں نے ہماری پرورش اور تعلیم و تربیت کے لیے بہت ہی زبردست منصوبہ بندی کی تھی''۔ جب میں ساٹھ سال کا ہوا، ''میرے ابو سب سے اچھے ہیں''، غور کیجیے کہ اس دائرے کو مکمل ہونے میں چھپن سال لگے اور بات آخر میں پھر پہلے والے قدم پر آگئی کہ میرے ابو سب سے اچھے ہیں۔

میں نے والد کی بے بسی تب محسوس کی جب میرے والد کینسر سے جنگ لڑ رہے تھے اور انہیں صحت یاب ہونے سے زیادہ اس بات کی فکر لاحق تھی کہ جو کچھ انہوں نے اپنے بچوں کے لیے بچایا تھا، وہ ان کی بیماری پر خرچ ہو رہا ہے اور ان کے بعد ہمارا کیا ہوگا؟......

''میں نے اپنے والد کا ضبط تب دیکھا جب ان کی جوان بیٹی گھر اُجڑنے پر واپس لوٹی تو انہوں نے غم کو چھپاتے ہوئے بیٹی کو سینے لگایا اور کہا کہ ابھی میں زندہ ہوں لیکن ان کی کھینچتی ہوئے کنپٹیاں اور سرخ ہوتی ہوئی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ ڈھیر تو وہ بھی ہو چکے ہیں، رونا تو وہ بھی چاہتے ہیں لیکن یہ جملہ کہ مرد کبھی روتا نہیں ہے، انہیں رونے نہیں دے گا......!!''

گھر کی اس بار مکمل میں تلاشی لوں گا
غم چھپا کر مرے ماں باپ کہاں رکھتے ہیں

باپ بڑے منصب پر فائز اپنے بیٹے کے عالیشان دفتر میں داخل ہوا، بیٹے کو محبت بھری نظروں سے دیکھا، دل مچلا تو اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ فخر سے مغلوب ہو کر، بیٹے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا: بیٹا! جانتے ہو، اس دنیا کا طاقتور ترین شخص کون ہے؟ بیٹے نے جھٹ سے جواب دیا: میں۔ باپ کو حیرت سے ایک جھٹکا لگا، تائید کے لیے ایک بار پھر پوچھا: بیٹا! اس دنیا کا طاقتور ترین شخص کون ہے؟'' بیٹے نے بالکل پہلے جیسی متانت اور سکون سے دھیمے لہجے میں جواب دیا: ''میں! باپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، صدمے سے دل بجھا اور آنکھوں میں آنسو لہرا گئے۔ بیٹے کے کندھے سے ہاتھ اُٹھایا اور دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے: دفتر کے دروازے پر ایک بار پھر رُکا، مڑ کر بیٹے کو دیکھا اور پھر سے پوچھا بیٹا! اس دنیا کا طاقتور ترین شخص کون ہے؟ بیٹے نے بغیر کسی توقف کے کہا: ''آپ'' باپ کی حیرت کی انتہا نہ رہی، بیٹے کی اس بدلتی سوچ پر بہت حیران ہوا، تھوڑے سے قدم واپس مڑ کر اندر آ کر آہستگی سے پوچھا: تھوڑی دیر پہلے تمھارے خیال میں تم اس دنیا کے طاقتور ترین شخص تھے اور اب تم میرا نام لے رہے ہو، یہ اچانک تبدیلی کیسی؟ بیٹے نے کہا: جب آپ کا ہاتھ میرے کندھوں پر تھا تو میں اس دنیا کا طاقتور ترین شخص تھا، اور اب جب آپ کا ہاتھ اُٹھ گیا ہے اور آپ دور جا کر کھڑے ہو گئے ہیں تو میں تنہا رہ گیا ہوں۔ اس وقت دنیا کے طاقتور ترین شخص آپ ہو گئے ہیں۔......دیکھیے! اگر باپ بقید حیات اور اس زمین کے اوپر، صحت و تندرستی کے ساتھ، اپنی دولتمندی یا اپنی فقیری کے ساتھ، کسی بھی حالت میں موجود ہے وہ اپنی اولاد کے لیے اللہ کے بعد طاقت اور ملجا کی سند اور امن و امان کا ضامن ہے۔ مبارک ہو ان خوش قسمتوں کو، جن کے والد زندہ ہیں اور اُن سے راضی بھی ہیں۔ والد کی قدر کیجیے، ان کا سایہ آپ کے لیے ٹھنڈی چھاؤں ہی نہیں اور بھی بہت کچھ ہے۔

ایک نوجوان اپنے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ کسی مہنگے ہوٹل میں کھانا کھانے گیا۔ ماں باپ تو نہیں چاہتے تھے، لیکن بیٹے کی خواہش تھی کہ وہ انہیں کسی مہنگے ہوٹل میں ضرور کھانا کھلائے گا، اِسی لیے اُس نے اپنی پہلی تنخواہ ملنے کی خوشی میں ماں باپ ایسی عظیم ہستیوں کے ساتھ شہر کے مہنگے ہوٹل میں لنچ کرنے کا پروگرام بنایا۔ باپ کو رعشے کی بیماری تھی، اُسکا جسم ہر لحہ کپکپاہٹ میں رہتا تھا اور ضعیفہ ماں کو دونوں آنکھوں سے کم دیکھائی دیتا تھا۔ یہ شخص اپنی خستہ حالی اور بوڑھے ماں باپ کے ہمراہ جب ہوٹل میں داخل ہوا تو وہاں موجود امیر لوگوں نے سر سے پیر تک اُن تینوں کو یوں عجیب وغریب نظروں سے دیکھا جیسے وہ غلطی سے وہاں آ گئے ہوں۔ کھانا کھانے کے لیے بیٹا اپنے ماں باپ کے درمیان بیٹھ گیا۔ وہ ایک نوالہ اپنی بوڑھی ماں کے منہ میں ڈالتا اور دوسرا نوالہ بوڑھے باپ کے منہ میں۔ کھانے کے دوران کبھی کبھی رعشے کی بیماری کے باعث باپ کا چہرہ ہل جاتا تو روٹی اور سالن کے ذرے باپ کے چہرے اور کپڑوں پر گر جاتے۔ یہی حالت ماں کے ساتھ بھی تھی، وہ جیسے ہی ماں کے چہرے کے پاس نوالہ لے جاتا تو نظر کی کمی کے باعث وہ انجانے میں اِدھر اُدھر دیکھتی تو اُس کے منہ اور کپڑوں پر بھی کھانا گرنے سے داغ پڑ جاتے۔ اِردگرد بیٹھے لوگ جو پہلے ہی انہیں حقیر نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، وہ اور بھی منہ چڑانے لگے کہ ''کھانا کھانے کی تمیز نہیں ہے اور اتنے مہنگے ہوٹل میں آ جاتے ہیں......!''۔ بیٹا اپنے ماں باپ کی بیماری اور مجبوری پر آنکھوں میں آنسو چھپائے، چہرے پر مسکراہٹ سجائے اور اِردگرد کے ماحول کو نظرانداز کرتے ہوئے، ایک عبادت سمجھتے ہوئے انہیں کھانا کھلاتا رہا۔ کھانے کے بعد وہ ماں باپ کو بڑی عزت و احترام سے واش بیسن کے پاس لے گیا، وہاں اپنے ہاتھوں سے ان کے چہرے صاف کیے، کپڑوں پر پڑے داغ دھوئے اور جب وہ انہیں سہارا دیتے ہوئے باہر کی جانب جانے لگا تو پیچھے سے ہوٹل کے منیجر نے آواز دی اور کہا: ''بیٹا! تم ہم سب کے لیے ایک قیمتی چیز یہاں چھوڑے جا رہے ہو......!'' اُس نوجوان نے حیرانگی سے پلٹ کر پوچھا، ''کیا چیز......؟'' منیجر اپنی عینک اُتار کر آنسو پونچھتے ہوئے بولا......! نوجوان بچوں کے لیے سبق اور بوڑھے ماں باپ کے لیے اُمید......!''

ماں باپ کی دوا کی پرچی اکثر گم ہو جاتی ہے مگر لوگ والد کی جائیداد کے کاغذات بہت سنبھال کر رکھتے ہیں۔ ...... ''بیٹا آ کر کھانا کھا لو!'' امی آپ کو کتنی بار کہا ہے جب میں

مصروف ہوتا ہوں تو مجھے ڈسٹرب نہ کیا کریں۔ آپ کو تو بس کھانے کی پڑی رہتی ہے، میں نے ابھی یہ پوری تقریر تیار کرنی ہے کل کے مقابلے کے لیے، کچھ دیر بعد والد صاحب نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ احمد یار! یہ میری بلڈ پریشر کی گولیاں ختم ہوگئی ہیں، یہ تو لا دو میڈیکل سٹور سے۔ ابو رہنے دیں، ایک دن کا ناغہ کرلیں گے تو کوئی قیامت نہیں آجائے گی۔ میں ابھی بہت مصروف ہوں، ملکی سطح کا تقریری مقابلہ ہے اور میرا آخری پیرا فائنل نہیں ہورہا۔ والد نے پوچھا: موضوع کیا ہے تمھارا؟ بیٹے نے کہا موضوع ہے: والدین کی خدمت!

وہ لفظ ڈھونڈ رہا تھا لرزتے ہونٹوں سے
ضعیف باپ نے بیٹے سے بات کرنی تھی

کسی بھی بڑے درویش سے زیادہ طاقتور دعا، آپ کے والد اور والدہ کی ہے۔ ہم اُن کو نظر انداز کر کے کسی "پیر بابا" کسی "سرکار" کسی "مخدوم" کو تلاش کرتے کرتے ساری زندگی غارت کر دیتے ہیں۔ ......ہم ولیوں کے پاس بھاگتے پھرتے ہیں دعا کے لیے، مگر سب سے بڑے ولی اللہ تو آپ کے گھر میں ہے آپ کے ماں باپ۔ ......کتنا بدنصیب ہے وہ انسان جو اپنے والدین کی خدمت کر کے دعا نہیں لیتے اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ میرے لیے دعا کرنا۔ ......والدین اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہوتے ہیں۔ اگر آپ اتنے خوش قسمت ہیں کہ ان دونوں کا سایہ نصیب ہے تو جی بھر کے ان کی خدمت کیجیے اور اگر ان میں سے ایک سلامت ہے تو اس کی خوشنودی اپنا ایمان بنا لیجیے۔ یاد رکھیں دنیا میں پھلنے پھولنے کے لیے والدین کی دعا بہت ضروری ہے۔ اس سے بڑا کوئی مسیحا نہیں، کوئی دوا نہیں، کوئی توڑ نہیں، یہ دعا ایک ایسی چھایا ہے جو آپ کو دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کر دیتی ہے بلکہ قیامت تک آپ پر ایک سائبان بن کر چھائی رہتی ہے، اگر آپ دنیا میں عزت و مرتبہ چاہتے ہیں تو اسے والدین کے قدموں میں تلاش کریں!

ماں باپ دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہیں۔ ماں نہ ہو تو دل کو دلاسا دینے والا کوئی نہیں ہوتا اور اگر باپ نہ ہو تو زندگی کی دوڑ میں اچھا مشورہ دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ......وہ لوگ ہمیں محبت کا درس کیا دیں گے؟ جو اپنے کتے کو تو ساتھ سلاتے ہیں لیکن اپنے والد کو اولڈ ہوم چھوڑ آتے ہیں۔ ......اگر آپ فیس بک اور ٹویٹر پر فادر ڈے کے سٹیٹس پوسٹ کر کے تھک چکے ہیں تو اب دوسرے کمرے میں بیٹھے باپ کا حال بھی پوچھ لیں۔ ......ایک بیٹا اپنے بوڑھے والد

کو اولڈ ہوم چھوڑ کر واپس آ رہا تھا، اس کی بیوی نے اسے یہ یقینی بنانے کے لیے فون کیا کہ والد تہوار وغیرہ کی چھٹی میں بھی وہیں رہیں، گھر نہ چلے آیا کریں! بیٹا پلٹ کے گیا تو پتا چلا کہ اس کے والد اولڈ ہوم کے سربراہ کے ساتھ ایسے گھل مل کر بات کر رہے ہیں کہ بہت پرانا اور قریبی تعلق ہو، تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر بیٹے نے اولڈ ہوم کے سربراہ سے پوچھا: ''آپ میرے والد کو کب سے جانتے ہیں؟'' انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ''گزشتہ تیس سال سے جب وہ ہمارے ہی ایک یتیم خانے سے ایک یتیم بچے کو گود لینے آئے تھے!'' ......اِس سوکھی چھڑی سے بدتر ہے وہ اولاد جو بڑھاپے میں ماں باپ کا سہارا نہ بن سکے! ......جو اپنے ماں باپ کا نہیں ہو سکا، وہ کسی کا بھی نہیں ہو سکتا۔

والدین کی مثال دو آنکھوں سی ہے ایک دائیں ہے، تو دوسری بائیں، اگر ایک آنکھ چلی جائے تو بینائی متاثر ہوتی ہے اور اگر دونوں چلی جائیں تو انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے والدین کی حفاظت کیجیے اور ان کا خیال اپنی آنکھوں کی طرح رکھو اور کہتے رہا کرو، وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:24) اور عرض کرو، اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جس طرح اُنہوں نے (بڑی محبت و پیار سے) مجھے پالا تھا جب میں بچہ تھا۔ ......اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتے رہا کرو کہ یا اللہ! میرے والدین کو ان ستر ہزار لوگوں میں شامل فرما دے جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ والدین کے بغیر گھر کسی ویرانے سے کم نہیں ہوتا، والدین میں ایک ماں اور دسرا باپ یہ دونوں ہی اپنی اولاد کی پرورش کے لیے دن رات ایک کر دیتے ہیں۔ ایسے میں ہمیں ان کی ناراضگی کا سبب نہیں بننا چاہیے۔ خصوصاً والد کے احسانات اولاد پر اس قدر ہوتے ہیں جنھیں ہم بعض لفظوں میں احسان سمجھتے ہیں مگر نافرمان اولاد کی جانب سے اچھی پروش اور بہتر نگہداشت کے اس عمل کو والدین کا فرض کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے، ''یعنی میرے ماں باپ نے مجھے اچھا کھلایا پلایا اور پڑھایا لکھایا تو کوئی مجھ پر احسان نہیں کیا بلکہ یہ تو ان کا فرض تھا۔ ان الفاظ کو زندگی میں جس کسی نے بھی استعمال کیا، اسے یہی الفاظ اپنی اولاد سے واپس ضرور سننے کو ملیں گے اور یہی وہ لمحہ ہوتا ہے کہ جب سینے میں یہ احساس اجاگر ہوتا ہے کہ کاش میں نے اپنے بزرگوار والد محترم کی عزت و نفس کو نہ اُچھالا ہوتا، اس کی محبتوں کا ناجائز فائدہ نہ اٹھایا ہوتا۔ کاش کہ اس روز میں اپنے والد کا کہا مان لیتا، کاش کہ اس روز میں یہ ضد نہ

کرتا، کاش کہ میں اپنے والد کے بڑھاپے کا سہارا بنتا کہ جس طرح اس نے مجھے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا، مجھے گرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا تھا۔ کاش میں بھی اس کے بڑھاپے کی لاٹھی بنتا جس طرح اس نے مجھے گود میں بٹھا کر کھلایا۔ میں بھی اپنی دن بھر کی محنت کی کمائی اس کی جھولی میں لا کر ڈال دیتا۔ کچھ لمحات کو ہم یاد تو کر لیتے ہیں مگر ان کو واپس لانا ہمارے بس میں نہیں ہوتا۔ جو لمحہ گزر جاتا ہے، وہ پل کبھی لوٹ کر نہیں آتے۔

والد کی شفقت اور محبت کے بغیر کسی بھی انسان کا بچپن اور اس کی پرورش ادھوری ہی دکھائی دیتی ہے۔ زمانہ طالب علمی ہو یا کھیل کود کے دن، والد کا کردار ہر انسان کی زندگی میں اس قدر گہرا ہے کہ اس کو الگ رکھ کر ہم اپنا وجود سنبھال ہی نہیں سکتے۔ جس طرح ماں کا نعم البدل کسی کے پاس نہیں ہے، بالکل اسی انداز میں والد کا مرتبہ بھی کوئی اور نہیں لے سکتا۔

کچھ لمحات ایسے ہوتے ہیں جو زندگی میں آنا ضروری ہوتے ہیں اور وہی لمحات انسانی ذہین پر انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ اگر قدرت نے اس جہان میں، امید کا دامن، صبر کی نعمت اور خوشیوں کی جھلک نہ رکھی ہوتی تو شاید دنیا کا نام جہنم پڑ جاتا۔ دنیا اگرچہ جہنم تو نہیں کہلاتی، مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ بہت ظالم ہے، دنیا کی گردش دوراں انسان سے بہت کچھ چھین لیتی ہے۔ نظام قدرت ہے کہ انسان کو درد اسی وقت ہوتا ہے جب اسے چوٹ لگتی ہے۔ ایسے لمحات زندگی کے زخموں پر پڑی ہوئی گرد کو جھاڑ کر زخموں کو پھر تازہ کر دیتے ہیں۔ ایسے لمحات اس وقت یاد آتے ہیں جب زندگی کی مشکلات میں والد کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

سر پر والد کا سایہ نہ ہونا بہت بڑا المیہ ہے، اس بات کا احساس انسان کو والد کے جانے کے بعد ہوتا ہے۔ والد کی حیثیت گھر کے "مین گیٹ" کی طرح ہوتی ہے۔ مین گیٹ کو ہٹا دیجیے، پھر دیکھئے کہ کس طرح ہر بلا، ہر آفت، ہر مصیبت اندر در آتی ہے۔ باپ کے بارے میں غور کریں تو اس کے خیالات بھی کم وبیش ماں ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ بھی اولاد کی جدائی میں یونہی تڑپتا ہے، اس پر بھی بچوں کے دکھ کا خیال کپکپی طاری کر دیتا ہے...... یہ درست ہے کہ کسی شخص کا دل رحم و شفقت کے جذبات سے اتنا بھرا ہوا نہیں ہوتا، جتنا ماں کا ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ باپ بچوں سے کم محبت کرتا ہے۔ ماں کی محبت و شفقت اگر جنت الفردوس کی مانند ہے۔ تو باپ کی محبت اعراف کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے باپ کے دل میں رافت و شفقت اور ماں کے قلب میں مہر و محبت ڈال دی، جو بقائے نسل کی ضامن ہے۔ ان کا

دل مرکز مہر و وفا نہ ہوتا، وہ اپنا مال ہم پر نثار اور اپنا آرام ہماری خاطر قربان نہ کرتے تو کسی صورت ہم پروان نہ چڑھ سکتے۔ اگر باپ کا سینہ شفقت پدری اور ماں کا دل ممتا سے خالی ہو جائے تو سلسلہ کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے۔ جید فقہا کرام کا کہنا ہے کہ احترام میں باپ مقدم ہے اور خدمت میں والدہ مقدم ہوگی، حتیٰ کہ اگر گھر میں دونوں اس کے پاس آئے ہیں تو باپ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو اور اگر دونوں نے اس سے پانی مانگا اور کسی نے اس کے ہاتھ سے پانی نہیں پکڑا تو پہلے والدہ کو پیش کرے۔

ایک نوجوان کا کہنا تھا: میرا کسی بات پر اپنے والد سے کچھ ایسا اختلاف ہوا کہ ہماری آوازیں اونچی ہوگئیں۔ میرے ہاتھ میں کچھ درسی کاغذات تھے، جو میں نے غصے میں ان کے سامنے میز پر پٹخے اور دروازہ دھڑام سے بند کرتے ہوئے اپنے کمرے میں آ گیا۔ بستر پر گر کر ہونے والی اس بحث پر ایسا دماغ الجھا کہ نیند ہی اُڑ گئی، صبح یونیورسٹی گیا تو بھی دماغ کل والے واقعے پر اٹکا رہا۔ ندامت اور خجالت کے مارے دوپہر تک صبر جواب دے گیا، میں نے موبائل نکالا اور اپنے ابا جی کو یوں پیغام بھیجا: ”میں نے کہاوت سن رکھی ہے کہ پاؤں کا تلوہ پاؤں کے اوپر کے حصے سے زیادہ نرم ہوتا ہے، گھر آ رہا ہوں، قدم بوسی کرنے دیجیے گا تاکہ کہاوت کی تصدیق ہو سکے“۔ میں جب گھر پہنچا تو ابا جی صحن میں کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے، اپنی نمناک آنکھوں سے مجھے گلے لگایا اور کہا: قدم بوسی کی تو میں تمھیں اجازت نہیں دیتا، تاہم کہاوت بالکل سچی ہے کیونکہ جب تم چھوٹے سے تھے تو میں خود جب تیرے پاؤں چوما کرتا تھا تو مجھے پاؤں کے تلوے اوپر والے حصے سے زیادہ نرم لگا کرتے تھے۔ یہ سن کر رونے کی اب میری باری تھی۔

وہ اکثر مرے چہرے کو چوم لیتے ہیں
جن کے میں پیر چھونے کے بھی قابل نہیں

گھر کی بنی دیسی گھی کی مٹھائی اور پراٹھے لے کر گاؤں سے ماں باپ یونیورسٹی ہوسٹل میں اپنے بیٹے سے ملنے گئے۔ انہیں سادہ کپڑوں میں دیکھ کر اُن کے بیٹے سے ایک لڑکی نے پوچھا۔ "Hey! Who are they?" تو ان کے بیٹے نے کہا۔ "They are my servants from my village" ماں باپ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ کیونکہ ان کا بیٹا اب انگلش بولنے لگ گیا تھا۔ (میرے خیال میں ایسی اولاد سے جانور

اچھے اور ایسی تعلیم سے انسان جاہل اچھا)

شہر میں آ کر پڑھنے والے بھول گئے
کس کی ماں نے کتنا زیور بیچا تھا

دنیا کا کوئی بھی فرد اپنے ماں باپ کا قرض نہیں چکا سکتا۔ یہ وہ سودا ہے، جو سود در سود ہر پل بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور شاید اس جہان کا یہ واحد ادھار ہے جس کی ادائیگی کیے بنا ہی ہم سب یکے بعد دیگرے الوداع کہتے جاتے ہیں۔

''میں نے تین منزلہ مکان اس لیے بنایا تھا کہ میرے بچے ہمیشہ ایک ساتھ رہیں''۔ بابا اکثر یہ بات کہتے تھے لیکن اُن کا انتقال ہوتے ہی ہم نے مکان بیچنے کا فیصلہ کیا۔ نہ ہم تینوں بھائی ایک ساتھ رہ سکتے تھے، نہ ہماری بیویاں۔ اخبار میں اشتہار دیکھ کر کئی خواہش مند آئے۔ ایک صاحب سے معاملہ طے پا گیا۔ میں نے اُن سے بیعانہ لے کر پوچھا، ''آپ کو یہ مکان کیوں پسند آیا؟'' ''میرے تین بیٹے ہیں''۔ انہوں نے بتایا، ''میں تین منزلہ مکان اِس لیے خریدنا چاہتا ہوں کہ میرے بچے ہمیشہ ایک ساتھ رہیں''۔

بیٹوں کے سر سے باپ کا سایہ جو ہٹ گیا
اتنا بڑا مکان تھا حصوں میں بٹ گیا

ایک شخص نے بتایا کہ پچاس سال قبل انہوں نے ایک اونٹ والے قافلے کے ہمراہ اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ جب وہ عفیف کے علاقے سے گزرے تو والد کو قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بیٹے نے باپ کو اونٹ سے نیچے اتارا۔ باپ قضائے حاجت کے لیے گیا اور بیٹے سے کہا کہ تم قافلے کے ہمراہ آگے بڑھو، میں پیچھے سے آجاؤں گا۔ تھوڑی دیر بعد بیٹے نے دیکھا کہ قافلہ دور نکل چکا ہے اور والد ابھی تک نہیں آئے، وہ بیٹا دوڑا دوڑا واپس آیا کہ والد کو اپنے کاندھے پر اُٹھا لے۔ پھر اس نے اپنے والد کو کندھے پر اُٹھا لیا اور قافلے کی سمت دوڑنے لگا۔ بیٹے کا بیان ہے کہ اس دوران میں نے محسوس کیا کہ میرے چہرے پر نمی آ کر گر رہی ہے اور مجھے سمجھ میں آیا کہ یہ میرے والد محترم کے آنسو ہیں۔ میں نے کہا: ''اللہ کی قسم آپ تو میرے لیے ایک ریشے سے بھی زیادہ ہلکے ہیں''۔ باپ نے کہا: ''میں اس بات کے لیے نہیں روتا بلکہ اس لیے رو پڑا کہ اللہ کی قسم اسی جگہ میں نے اپنے والد محترم کو اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا''۔

کل شام کام سے انتہائی تھکا ہوا گھر آیا۔ تھکاوٹ سے جسم کا انگ انگ ٹوٹ رہا

تھا۔ آتے ہی بستر پر گر گیا۔ ابو نے دیکھا تو فوراً کمرے میں آئے۔ انتہائی شفقت سے حال احوال پوچھا اور میں نے تھکاوٹ کے باعث بے دلی سے جواب دیا۔ وہ زیر لب دعا دیتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد بیگم کمرے میں آئی تو میں نے کہا، بچے کہاں ہیں، بہت تھکا ہوا ہوں۔ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو دیکھوں گا تو تھکاوٹ اتر جائے گی۔ بیگم فوراً صحن میں کھیلتے میرے ننھے منے بچوں کو لے آئی جو آتے ہی مجھ سے لپٹ گئے۔ میں بھی ان کو دیکھ کر ساری تھکاوٹ بھول گیا اور ان پر شفقت پدری نچھاور کرنے لگا۔ لیکن چند لمحوں بعد ہی والد محترم کا جھریوں بھرا چہرہ آنکھوں کے سامنے گھوم گیا کہ وہ بھی شفقت پدری سے مجبور اپنے بیٹے کو دیکھنے آئے تھے۔ اپنی اولاد کو دیکھنے، اپنی شفقت پدری نچھاور کرنے، لیکن میری بے رخی کے باعث وہ بیٹھ نہ سکے۔ اتنا سوچتے ہی میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ دم سینے میں گھٹتا محسوس ہونے لگا۔ بچوں کو چھوڑا اور دوڑتا ہوا والدِ محترم کے کمرے میں جا پہنچا جو اپنی چارپائی پر لیٹے نا جانے کن سوچوں میں گم چھت کو دیکھے جا رہے تھے۔ میں ان کی چارپائی پر ان کے قدموں میں جا بیٹھا اور ان کی ٹانگیں دبانے لگا۔ ابو فوراً اُٹھے اور مجھے سینے سے لگا لیا۔ نجانے کیوں ہم باپ بیٹا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایسی راحت مجھے کبھی نہیں ملی جو باپ کے سینے سے لپٹ کر ملی۔

ایک باپ گیارہ بچوں کو پالتا ہے مگر گیارہ بچے ایک باپ کو نہیں پالتے۔ یہ گیارہ بچے اپنے اپنے بچوں کو پال لیتے ہیں، ایک بوڑھے کو نہیں پال سکتے کیونکہ انہوں نے اپنے باپ کو بچے پالتے ہوئے دیکھا ہے، بوڑھا پالتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر ان کے باپ نے اپنے باپ کو پالا ہوتا تو یہ گیارہ ضرور پالتے۔ ......ایک شخص نے اپنے بوڑھے باپ کو چادر میں گٹھڑی کی طرح باندھا پھر اس کو کنوئیں میں ڈالنے کے لیے چل دیا۔ جب ایک کنوئیں کے من پر جا کر رکھا اور قریب تھا کہ کنوئیں میں ڈال دے تو باپ نے کہا بیٹا اس کنوئیں میں نہ ڈال، آگے دوسرے کنوئیں میں ڈال دے کیونکہ میں نے اپنے باپ کو اس کنوئیں میں ڈالا تھا۔ یہ سن کر بیٹے کو ہوش آیا اور گٹھڑی کھول کر الگ کھڑا ہو گیا اور باپ کو احترام کے ساتھ گھر لے آیا۔

کوٹھری سے تیکھی برچھی کی طرح روشنی کی ایک لکیر ایک جھری سے باہر آ رہی تھی۔ بیٹھک کے بڑے تختوں کی دراڑ سے بھی روشنی سفید لہو کی دھار کی طرح باہر جا رہی تھی۔ آنگن کے بیچ میں ایک پرانا اور گھنا نیم کا درخت تھا۔ اس کے نیچے وہ ماضی کے ٹوٹے ہوئے دھاگے

جوڑ جوڑ کر کوئی کہانی بن رہا تھا...... کچے پرانے دھاگے! کالی اندھیری رات......ٹپ ٹپ بارش کی ننھی ننھی بوندیں، کبھی بادل گرجتے، کبھی بجلی چمکتی...... اس کے چار بیٹے تھے۔ اسے اُن کی شادی کی فکر تھی۔ پچھواڑے سے دو کوٹھریاں تھیں، آگے ایک کمرہ تھا اور باہری دروازے کے نزدیک ایک بیٹھک تھی۔ بڑے لڑکے کا بیاہ ہوا تو پچھلی کوٹھڑی اس کے لیے اور اس کی گھر والی کے لیے مخصوص ہوگئی۔ دوسرے لڑکے کا بیاہ ہوا تو پیچھے کی دوسری کوٹھڑی میں باپ کا آنا جانا بند ہوگیا۔ اب اس کوٹھری میں دوسرا لڑکا اور اس کی بیوی رہتے تھے۔ تیسرے لڑکے کو شادی کے بعد آگے والا کمرا مل گیا۔ اب اسے چوتھے بیٹے کی فکر تھی۔ اس آخری لڑکے کے لچھن ٹھیک نہیں تھے۔ کھیتی باڑی میں اس کا جی نہیں لگتا تھا۔ اگر یہ کنوارا رہے تو خدشہ ہے کہ بگڑ جائے گا اور لوگ کیا کہیں گے؟ آخر ایک دن چوتھے لڑکے کی بھی شادی ہوگئی۔ اس نے جہیز کا سامان بیٹھک میں سجا دیا۔ بوڑھا باپ نیم کے نیچے آگیا۔ بالکل اکیلا اور ہر فکر سے آزاد...... یہی نیم کاٹ کر وہ اپنے لیے ایک چھوٹا سا کچا کوٹھا کیوں نہ ڈال لے، لیکن اس کے مرنے کے بعد چاروں کوٹھا کیسے بانٹیں گے؟ نیم کا درخت تو چلو کاٹ کر بانٹ بھی لیں گے۔ ایک بار وہ اٹھ کر دارالامان کی طرف جانے لگا لیکن پھر لوٹ آیا۔ لوگ کیا کہیں گے؟ اتنے بڑے خاندان کا مالک اور......! اب وہ کھیس کی بکل مارے نیم کے نیچے بیٹھا تھا۔ ٹپ، ٹپ...... آہستہ آہستہ بارش ہو رہی تھی اور اس کے کپڑے ایک ایک کر کے بھیگ رہے تھے۔

کراچی کے قبرستانوں میں پیش آنے والے پراسرار واقعات جاننے کے لیے ''روزنامہ امت'' کی ٹیم نیو کراچی 6 نمبر قبرستان پہنچی تو وہاں موجود چھڑکاؤ کرنے والے ایک شخص گل فراز نے بتایا کہ ''اس قبرستان میں ایک قبر ایسی بھی ہے جو بہت پرانی ہے۔ کچھ سال قبل رات کے وقت جب میں قبرستان میں اپنا کام مکمل کر کے واپس گھر جا رہا تھا تو دیکھا کہ بہت سارے کتے ایک قبر کے گرد جمع ہو کر بری طرح بھونک رہے ہیں۔ میں صورتحال کا جائزہ لینے جب وہاں گیا تو دیکھا کہ تقریباً آٹھ سے دس کتے ایک قبر کے گرد جمع ہیں اور بھونکے جا رہے ہیں۔ میں نے ان کو ڈرا کر وہاں سے بھگانا چاہا، مگر وہ اپنی جگہ سے ہلنے کو تیار ہی نہیں تھے۔ تھوڑی دیر قبر کے گرد جمع ہو کر بھونکنے کے بعد اچانک وہ کتے بری طرح ڈر کر وہاں سے بھاگنے لگے، جیسے انہیں قبر میں کچھ نظر آ رہا ہے۔ جب وہ کتے وہاں سے بھاگ گئے تو میں اپنی ٹارچ آن کر کے اس قبر کی جانب بڑھا کہ دیکھوں آخر وہاں ایسا کیا ہے؟ جب میں اس قبر کے

نزدیک پہنچا اور ٹارچ کی روشنی اندر ڈالی تو جو میں نے دیکھا وہ میرا خون رگوں میں جما دینے کے لیے کافی تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ قبر بری طرح سے ہل رہی ہے اور اس سے کوئی ایک درجن سانپ لپٹے ہوئے ہیں۔ ان سانپوں کی لمبائی تو کم تھی مگر وہ تھے بہت موٹے اور ان کا سارا دھڑ کالا تھا، جبکہ ان کے سر سرخ تھے۔ ان کے پھنکار نے پر ان کے منہ سے چنگاریاں نکلتی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر تو قبر کے اوپر لپٹے رہے، پھر ان میں سے ایک سانپ نے قبر کی نچلی جانب سوراخ کرنا شروع کر دیا اور اتنی آسانی سے قبر میں داخل ہو گیا، جیسے قبر موم کی بنی ہوئی ہو اور وہ سانپ آگ کا ہو۔ اس کے بعد اس کی دیکھا دیکھی باقی سانپ بھی قبر کے اندر داخل ہو گئے۔ جس کے بعد ایسا لگا جیسے قبر کے اندر کوئی بھونچال آ گیا ہو۔ اس کے اندر سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے درندے آپس میں لڑ رہے ہوں۔ ابھی میں یہ پراسرار واقعہ دیکھ کر اپنے ہوش وحواس بحال کرنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ قبر کے اندر سے کسی کی انتہائی دردناک انداز میں چیخنے کی آوازیں آتی سنائی دیں۔ پھر میں وہاں زیادہ دیر نہ رکا اور بھاگ کر اپنے گھر آ گیا۔ جب میں نے اس واقعے کے بارے میں اپنے دادا جو اس قبرستان میں گورکن کے فرائض سرانجام دے چکے ہیں اور اب ان کا انتقال ہو گیا ہے، کو بتایا تو انہوں نے مجھ سے اس قبر کے محل وقوع کے بارے میں پوچھا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ وہ قبر ایک ایسے شخص کی ہے جو اکثر اپنے والدین کو تشدد کا نشانہ بناتا تھا۔ جب اس شخص کا انتقال ہوا تو اس کی قبر میں نے ہی کھودی تھی۔ اس کی قبر کھودنے پر ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ دفن ہونے والا شخص کیسا ہے؟ کیونکہ اس کی قبر میں نے دو بار الگ الگ مقامات پر کھودی تھی اور دونوں بار ہی وہاں سے غلاظت نکلنے لگی تھی اور شدید بدبو آ رہی تھی، جس کے بعد میں نے تمام صورت حال اس کے گھر والوں کو بتائی اور پھر اس شخص کو اسی قبر میں دفنا دیا گیا۔ مرحوم دادا کہتے تھے کہ اکثر انہوں نے بھی اس قبر میں سے سانپ نکلتے دیکھے اور چیخوں کی آوازیں سنی ہیں۔ میرے دادا نے مجھے بلاضرورت اس قبر کے اطراف جانے سے منع کر دیا تھا۔ جب سے آج تک میں اس قبر کی اطراف دن کی روشنی میں ہی جاتا ہوں اور آیت الکرسی پڑھنا نہیں بھولتا"۔ (روزنامہ امت، کراچی 20 مئی 2017ء)

اس واقعے کو بیس پچیس سال تو گزر ہی چکے ہوں گے۔ ایک بوڑھا باپ اپنے پچیس سالہ بیٹے کے ساتھ گھر میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ نوجوان اٹھا، دروازہ کھولا تو سامنے ایک اجنبی شخص نظر آیا، اس کے چہرے پر کرختگی اور

ناراضگی کے آثار تھے۔ نہ سلام نہ دعا، وہ سیدھا اندر چلا آیا۔ نوجوان کے والد کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آرہے تھے۔ اس آدمی نے آتے ہی اس بوڑھے سے کہا: ”خدا سے ڈر جاؤ اور میرا قرض واپس کرو“۔ میں نے بہت صبر کیا ہے، اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ نوجوان نے اپنے والد کے پریشان چہرے کو دیکھا تو اسے بڑا دکھ ہوا۔ اجنبی شخص اب قدرے بدتمیزی پر اتر آیا تھا۔ نوجوان نے تھوڑا سا صبر کیا اور پھر اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، وہ اپنے والد کی توہین برداشت نہ کر سکا۔ اس نے پوچھا: بتاؤ! میرے والد نے تمھارا کتنا قرض ادا کرنا ہے؟ اس نے کہا: تمھارے والد نے میرے نوے ہزار ریال دینے ہیں۔ نوجوان کہنے لگا: آج کے بعد تم میرے والد کو کچھ نہیں کہو گے، بس! اب یہ قرض میرے ذمہ رہا، تم کوئی فکر نہ کرو۔ بیٹا اپنے کمرے میں گیا، وہ کافی عرصے سے اپنی شادی کے لیے پیسے جمع کر رہا تھا، اس کی ہونے والی دلہن اس کا انتظار کر رہی تھی۔ ان دنوں وہ شادی کی تیاری میں مشغول تھا۔ بڑی مشکل سے اس نے ستائیس ہزار ریال جمع کیے تھے، بس تھوڑی سی رقم مزید باقی تھی اور پھر اس نے اپنی دلہن کو گھر لے آنا تھا۔ میں اپنے والد کی توہین برداشت نہیں کر سکتا، شادی پھر بھی ہو سکتی ہے، اس نے سوچا اور ستائیس ہزار ریال لا کر اس شخص کی جھولی میں ڈال دیئے، فی الحال یہ ستائیس ہزار ریال پکڑو، باقی رقم کے بارے میں فکر نہ کرو، جلد ہی تمھیں مل جائے گی۔ اس دوران اس نوجوان کا والد زور زور سے رونے لگا۔ یہ خوشی کے آنسو تھے کہ میرا بیٹا اتنا فرمانبردار اور متقی ہے۔ اس شخص سے کہنے لگا: یہ ستائیس ہزار میرے بیٹے کو واپس کر دو، اس نے بڑی محنت سے اپنی شادی کے لیے یہ رقم جمع کی ہے۔ یہ شدید ضرورت مند ہے، اس کا میرے قرض سے کیا تعلق اور اس کا کیا گناہ ہے؟ قرض تو میں نے تم سے لے رکھا ہے۔ اب نوجوان کی باری تھی، اس نے اس شخص سے کہا: یہ آپ اپنے پاس ہی رکھیں۔ میں باقی کا قرض بھی ان شاء اللہ جلد ہی بندوبست کر کے تمھیں دے دوں گا۔ بس اب تم میرے والد کو تنگ نہیں کرو گے۔ اس آدمی کو بھی بڑی مدت بعد اتنی بڑی رقم ملی تھی، وہ واپس کیسے کر دیتا۔ اس دوران نوجوان اٹھا اور اپنے والد کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہنے لگا: بابا! آپ کی عزت، آبرو، مرتبہ اور مقام اس رقم سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ فکر نہ کریں، ہر چیز کا وقت مقرر ہے، میں بہت جلد اس کا قرض واپس کر دوں گا۔ بوڑھے نے کھڑے ہو کر اپنے فرمانبردار، متقی اور نیک بیٹے کو گلے لگایا اور روتے ہوئے کہنے لگا: میرے بیٹے خدا تم سے راضی ہو جائے، تمھیں

مزید توفیق اور ترقی عطا فرمائے۔ اس نے اپنے ہاتھ آسمانوں کی طرف اٹھا دیے اور اپنے بیٹے کے لیے بہت دعائیں کیں۔ بیٹا بڑا ہی متقی اور پرہیزگار شخص تھا۔ رب تعالیٰ متقی انسان کو بہترین بدلہ عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جو شخص تقویٰ کی راہ اختیار کرے، رب تعالیٰ اس کے لیے آسانی پیدا فرماتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے، جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا''۔ والد کا قرض ادا کرنے کے ایک یا دو دن بعد کی بات ہے کہ نوجوان اپنی ڈیوٹی پر گیا، وہ اپنے کام میں مشغول تھا کہ اس کا ایک بڑا پرانا دوست ملنے کے لیے آ گیا۔ سلام و دعا کے بعد اس کا دوست کہنے لگا: میں کل شہر کے بڑے تاجر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک بہت بڑا پروجیکٹ ہے۔ اس بڑے منصوبے کے لیے اسے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے، جو متقی، پرہیزگار، اعلیٰ اخلاق والا، رب تعالیٰ کا خوف رکھنے والا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کام کو بھی خوب سمجھتا ہو۔ اس نے مجھ سے کہا: مجھے اس منصوبے کے لیے مذکورہ صفات کا حامل شخص درکار ہے۔ میرے ذہن میں فوراً تمھارا خیال آ گیا۔ میں نے بتایا تو اس نے کہا: جلدی سے میری اس سے ملاقات کرواؤ، اسی لیے میں تمھیں لینے آیا ہوں۔ نوجوان کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا، کہنے لگا: کل میرے والد نے میرے لیے ڈھیروں دعائیں کی تھیں۔ لگتا ہے رب تعالیٰ نے میرے والد کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ہے۔

میں یہاں ایک صحیح حدیث کا حوالہ دوں گا۔ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا: ''باپ کی دعا اپنی اولاد کے حق میں بہت زیادہ قبول ہوتی ہے''۔ دونوں دوست اس تاجر کے دفتر میں جا پہنچے۔ تاجر نے اس نوجوان کا انٹرویو لیا۔ مختلف سوالات کیے۔ اس نے دیکھا کہ یہ نوجوان اس منصب کے لیے مناسب ترین ہے۔ اس کی تعلیم اور تجربہ ٹھیک ہے۔ اس نے پوچھا: ''تمھاری اس وقت تنخواہ کتنی ہے؟'' نوجوان نے بغیر چھپائے سچ سچ بتا دیا: میری حالیہ تنخواہ 4970 ریال ہے۔ اب اس تاجر کے بولنے کی باری تھی، کہنے لگا: تم کل ہی سے نوکری جوائن کر سکتے ہو۔ تم حالیہ نوکری سے استعفیٰ دے دو۔ رہی تمھاری تنخواہ تو وہ پندرہ ہزار ریال مقرر کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ تمھیں سیل پر کمیشن بھی ملے گا جو کارکردگی کی بناء پر 10 فی صد تک جا سکتا ہے۔ تین ماہ کی تنخواہ، مکان کے کرایہ کے لیے، نئے ماڈل کی گاڑی اور چھ ماہ کی ایڈوانس تنخواہ کہ تم اپنے گھریلو حالات درست کر سکو۔ بولو! کیا تمھیں منظور ہے؟ اس نوجوان نے یہ ساری آفرز سنیں تو بے اختیار رونے لگا۔ بار بار کہنے لگا: ''ابا جان خیر و بھلائی کی آمد سے خوش ہو جایئے''۔ تاجر

اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے سوال کیا: نوجوان! تمھارے رونے کی وجہ کیا ہے؟ تو اس نے دو دن پہلے ہونے والا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ وہ تاجر اس نوجوان کے تقویٰ، اس کی اپنے والد کے ساتھ محبت، دیانت داری، ایثار اور قربانی سے اتنا متاثر ہوا کہ کہنے لگا: تم نے ستائیس ہزار ریال اپنے والد کا قرض اتارنے کے لیے ادا کیے ہیں، اب باقی قرض میں ادا کروں گا۔

زندگی میں اگر کوئی نعمت اور دولت ہے تو وہ ماں باپ کی خدمت ہے۔ انسان تمام عمر اپنی خواہشات کی پیروی میں گذار دیتا ہے مگر لمحہ بھر کو سوچنے کا تردد نہیں کرتا کہ جن دو ہستیوں نے اسے پیدا کیا ہے، ان کا بھی اس پر حق ہے۔ قرآن پاک میں واقعہ نوح علیہ السلام کا مقصد نافرمان امت پر عذاب ہی نہیں بلکہ نافرمان اولاد پر غضب کا بھی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ بتانا چاہتے ہیں کہ نافرمان اولاد خواہ نبی کی کیوں نہ ہو، اس کا انجام اس دنیا اور اگلی دنیا میں درد ناک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کے نافرمان بیٹے کو غرق کر دیا اور اس کی معافی کے لیے مقرب پیغمبر کی گذارش بھی منظور نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کے گستاخ بیٹے کو غرق کر کے قیامت تک مثال قائم کر دی ہے اور نافرمان اولاد کو آنے والی نسلوں کے لیے باعث عبرت بنا دیا ہے۔ انسان کو ماں باپ کے رشتے کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب ان کے لیے قبریں کھول دی جاتی ہیں۔ انسان اپنے والدین کی قبریں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے، اپنے محبوب چہروں کو اپنے ہاتھوں سے قبروں میں اتارتا ہے، ان کی قبروں کو مٹی سے ڈھانپ دیتا ہے اور جب پیار کرنے والے برسوں پرانے چہرے منوں مٹی تلے چھپ جاتے ہیں تو انسان ہاتھ جھاڑتا ہوا گھر لوٹ جاتا ہے۔ وہ گھر جہاں اس نے اپنے ماں باپ کی محبتوں اور مہربانیوں کے سائے تلے عمر گذاری ہوتی ہے، اسے کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ ہر طرف سے ماں باپ کی آوازیں سنائی دیتی ہیں مگر وہ دکھائی نہیں دیتے۔ ماں باپ کے بستر خالی ہو جاتے ہیں۔ باورچی خانے میں ماں نظر نہیں آتی۔ باپ کی کرسی سونی ہو جاتی ہے۔ مہمانوں کی برکت اور رشتہ داروں کی چاہتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ دعائیں، دم اور وہ صدقے واریاں دکھائی نہیں دیتیں۔ رات گئے انتظار کرنے والی وہ آنکھیں دکھائی نہیں دیتیں۔ معصوم شکوے اور پرانی باتیں سنانے والی ہستیاں جب دکھائی نہیں دیتیں تو اولاد کے دل پھٹ جاتے ہیں۔ ماں باپ کی جدائی کا زخم وقت کے ساتھ مزید گہرا ہوتا جاتا ہے۔ زندگی کے ہر موڑ پر ان کی ہی صورت دکھائی دیتی ہے۔ ہر خوشی اور غم پر ان کی یاد ستاتی ہے۔ ان چہروں کے جانے سے آنکھوں کے

سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ماں باپ کے چہروں کی زیارت کعبہ کی زیارت کے مترادف ہے۔ ان لازوال رشتوں نے پہچاننے سے انکار کر دیا تو کیا ہوگا۔ ماں باپ کا احترام، فرمانبرداری اور ان کی دلجوئی اللہ کا حکم ہے۔ ماں باپ کو دنیا میں راضی کر لو گے تو آخرت خود بخود تم پر راضی ہو جائے گی وگرنہ تمام زندگی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ گے اور کوئی بچانے والا بھی نہیں ہوگا۔ ماں باپ کو راضی کر لینا قرب الٰہی کا شارٹ کٹ ہے۔

ایک شخص شدید بیمار ہو گیا۔ اس کے دوست نے بیماری کا سبب پوچھا تو بولا، میری بیماری کا سبب میرا باپ ہے۔ دوست نے حیرانی سے پوچھا، کیا مطلب؟ وہ شخص بولا، میری ماں کی وفات کے بعد میرا باپ بہت تنہا ہو گیا ہے۔ میں کاروبار زندگی میں اس قدر الجھا رہتا ہوں کہ باپ کے پاس بیٹھنے کی فرصت نہیں ملتی لہٰذا اپنے باپ کی تنہائی کا احساس نہ ہو سکا۔ خدا نے مجھے بستر پر ڈال دیا اور کہا، ہم نے تمھیں صحت دی تو تمھارے پاس باپ کے لیے وقت نہ تھا، جاؤ ہم تمھیں صحت سے محروم کرتے ہیں تاکہ تم اپنے باپ کی محرومی کو محسوس کر سکو۔ اب سارا دن اپنے باپ کے ساتھ گزرتا ہے۔ میرا بوڑھا باپ میرے سرہانے بیٹھا رہتا ہے۔ مجھے اپنے دل کی باتیں سناتا ہے۔ بہانوں سے میری ماں کو یاد کرتا ہے۔ میرا دل بہلاتا ہے اور میں سوچتا ہوں کہ اگر میرا باپ زندہ نہ ہوتا تو مجھے کون وقت دیتا۔ کون میرا دل بہلاتا۔ میری بیوی بچوں کے ساتھ مصروف رہتی ہے اور بچے اپنے کھیل کود میں مگن رہتے ہیں۔

ہر بچے کے لیے والدین کسی نعمت سے کم نہیں ہوتے۔ ماں اگر بچے کو جنم دیتی اور شعور کی حالت میں پہنچنے تک اس کی نگہداشت اور حفاظت کرتی ہے تو باپ بھی بچے اور اس کی ماں کی کفالت اور دیکھ بھال کے لیے موسمی صعوبتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صبح سے رات گئے تک بلا چون و چرا محنت مزدوری کرتا ہے۔ پھر جب شام کو تھک ہار کر گھر لوٹتا ہے تو نیک سیرت بیوی اور بچے کی ایک والہانہ مسکراہٹ پورے دن کی تھکاوٹ ختم کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ تصورات کی دنیا میں باپ اپنے بچے کو بہترین تعلیم و تربیت دے کر نہ صرف ملک و قوم کا اچھا شہری بنانا چاہتا ہے بلکہ دنیا کا ہر علم اور ہنر بچے کو سکھانے کا متمنی بھی ہوتا ہے تاکہ جن مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا معاشرے میں اسے کرنا پڑا ہے، بیٹا ان سے محفوظ رہے۔ ماں اور باپ کی یہی سوچ باہم مل کر بچے کی بہترین پرورش پر انہیں آمادہ کرتی ہے۔ سائنسی تحقیق میں طبی ماہرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بچے کی ولادت کے بعد پرورش کی ذمہ داریوں

سے نبرد آزما ہونے سے متعلق مشکل صورت حال سے صرف ماں ہی دو چار نہیں ہوتی بلکہ باپ بھی ایک خاص طرح کے ڈپریشن میں چلا جاتا ہے۔ امریکہ میں ہونے والی اس تحقیق کے مطابق ہر دس میں سے ایک باپ خاص نوعیت کے ڈپریشن "بے بی بلیوز" میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسٹرن ورجینا میڈیکل سکول نارفلوک کی تحقیق کے مطابق یہ ڈپریشن صرف باپ کو ہوتا ہے۔ زندگی کے تپتے ہوئے صحرا اور نفسانفسی کے اس دور میں ماں کے بعد باپ ہی وہ ہستی ہے جو اولاد کی معمولی سی تکلیف پر پریشان اور فکر مند ہو جاتی ہے۔ بظاہر رعب اور دبدبے والی اس شخصیت کے پیچھے ایک مشفق اور مہربان باپ ہوتا ہے جسے ماں کی طرح اپنے جذبات کا اظہار کرنا نہیں آتا، جو موسموں کے سرد و گرم تھپیڑوں کو برداشت کر کے صرف اس لیے ایک مشن کی طرح کام کیے جاتا ہے کہ اس کے جگر گوشوں کے لبوں پر ہمیشہ مسکراہٹ سجی رہے۔ یہ بات بھی مشاہدے میں آتی ہے کہ باپ جب پہلی مرتبہ بچے کو ہوا میں اچھالتا ہے تو بچہ خوشی سے قلقاریاں کیوں مارتا ہے؟ اسے یقین ہوتا ہے کہ باپ کے مضبوط و توانا بازو اسے زمین پر گرنے نہیں دیں گے۔ لفظ باپ کے ہجوں پر اگر غور کیا جائے تو ب سے بردباری، الف سے ایثار، پ سے پیار گویا پیار محبت، بردباری، شفقت اور تحفظ یہ تمام خصوصیات باپ ہی کی شخصیت میں یکجا ہوتی ہے۔

مجھ کو دیکھتا ہے رب کا شکر ادا کرتا ہے، میرا باپ مجھے سب سے عزیز رکھتا ہے ......اس کا ہر خواب مجھ سے بندھا رہتا ہے، دن رات میرے لیے محنت کرتا ہے...... مجھے کھاتا دیکھ کر اس کو سکون ملتا ہے، میرے مستقبل کی جو فکر رکھتا ہے......شاد رہے ماں کی جو عزت کرتا ہے، باپ بھی اسلام میں عظیم مرتبہ رکھتا ہے......اگر ہو گود ماں کی تو فرشتے کچھ نہیں لکھتے، جو ممتا روٹھ جائے تو کنارے پھر نہیں دِکھتے، یتیمی ساتھ لاتی ہے زمانے بھر کے دُکھ عابی، سنا ہے باپ زندہ ہو تو کانٹے بھی نہیں چبھتے، ہر نسل وراثت میں خزینے نہیں دیتی، اولاد بھی کیا چیز ہے جینے نہیں دیتی، عزیز تر رکھتا ہے مجھے وہ رگ و جان سے، یہ سچ ہے کہ میرا باپ کم نہیں میری ماں سے، پرانا سوٹ پہنتا ہے، کم وہ کھاتا ہے، مگر کھلونے میرے وہ سب خرید کر لاتا ہے، مجھے سوتے ہوئے دیکھتا رہتا ہے جی بھر کے، نجانے کیا کیا سوچ کے وہ مسکراتا رہتا ہے، وہ ماں کے کہنے پہ رعب مجھ پر رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ مجھے چومتے ہوئے جھجکتا ہے، میرے بغیر تھے سب خواب ویراں اس کے، یہ سچ ہے کہ میرا باپ کم نہیں میری ماں سے۔

# باپ کا دوست، اللہ کا دوست ہے

اللہ پاک کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ پاک کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں۔ ترمذی شریف میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرو سے رقم ہے، مشکوٰۃ شریف کی شہادت بھی موجود ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ 'اگر بے ادبی میں اُف کہنے سے بھی کوئی ادنیٰ درجہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی حرام کر دیتے'۔ یہ بات آپؓ نے اللہ پاک کے اس حکم کی روشنی میں کہی جس میں کہا گیا ہے کہ 'والدین کو اُف تک نہ کہو'۔

جناب محمد متین خالد صاحب کی زیرِ نظر نگارش ''باپ'' میں بہت خوبصورت، آسان، عام فہم انداز اور روزمرہ گفتگو میں باپ کی عظمت سے آگہی ملتی ہے۔ حضرت جابرؓ نے سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ ''اگر والدین بوڑھے ہو جائیں اور تمہیں اُن کا پیشاب پاخانہ دھونا پڑے جیسا کہ بچپن میں وہ تمہارا پیشاب پاخانہ دھوتے رہے ہیں تو اُف نہ کرنا''۔

1985ء میں میرے والد صاحب کا ایکسیڈنٹ ہوا اور اُن کے نچلے دھڑ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ اُٹھنا تو کجا وہ کروٹ نہیں لے سکتے تھے تو کم و بیش چار ماہ تک اللہ پاک نے مجھے وہ اعزاز دیا کہ میں اپنے والد صاحب کا بول و براز صاف کرتا اور اُن کا جسم نجاست سے پاک کرتا رہا۔ لوگ اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں، تبلیغ کرتے ہیں، سہ روزے، ہفت روزے، چلّے اور سہ ماہے لگاتے ہیں اور بار بار جاتے ہیں مگر میں نے زندگی میں بس ایک بار والد صاحب کی خدمت میں وہ چار ماہ لگائے پھر کبھی کہیں جانے کی ضرورت نہیں رہی اور اگر میری زندگی سے وہ چار ماہ نکال دیئے جائیں تو میں دیوالیہ ہو جاؤں، میرے پاس کچھ نہ بچے۔

میں جناب محمد متین خالد صاحب کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے باپ جیسے عظیم موضوع پر قلم اُٹھایا اور مجھے یاد رکھا۔ میرا ایمان ہے کہ کسی نافرمان نے بھی جناب محمد متین خالد صاحب کی اس کاوش کو پڑھ لیا تو وہ والد کا دوست بن جائے گا، ماں تو ہوتی ہی دوست ہے مگر والد کا دوست ہونا اللہ کا دوست ہونا ہے۔

**جبار مرزا**
اسلام آباد